

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نور محمد ﷺ
عليه الصلاة والسلام

حضرت خواجہ مخدوم نور الدین نور سرکار رحمہ اللہ
مفتی شریعۃ النساء صاحبہ

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	فضائل مصطفیٰ ﷺ بکلام خدا	1
2	سیرت رسول عربی ﷺ پر غیر مسلم مدبرین کے تاثرات	67
3	سرولیم میور کے تاثرات	68
4	باسور تھ اسمتھ	69
5	فرانسیسی دانشور پروفیسر موسیو سڈیو	69
6	الکس لوازون	70
7	کانٹ ہنری دی کاسٹری	71
8	پروفیسر اڈوانر مونتے	71
9	رابرٹ۔ ایل۔ گلک	71
10	مننگمری واٹ	72
11	میجر آر تھر کلائن لیونارڈ	72
12	ڈاکٹر رابرٹس	73
13	جان جاک ولیک	73
14	سادھوٹی۔ ایل وسوانی	74
15	جارج برناڈشا	75
16	پروفیسر تھامس کارائل	75
17	ڈاکٹر گلبن	77
18	مسٹر ماراڈیوک پکیتھال	78
19	مسٹر والٹر	78

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20	ریوسٹینس کے تاثرات	79
21	جارج ریواری کے تاثرات	79
22	مسٹر جارج سیل کے تاثرات	80
23	مسٹر ایس۔ پی اسکاٹ	80
24	پروفیسر ہٹن سمتھ	80
25	مسٹر اینی بینٹ	81
26	ڈاکٹر موریس	82
27	پروفیسر پی۔ کے ہیٹی	82
28	بابا گورو نانک	82
29	سوامی لکشمین جی مہاراج	83
30	ڈاکٹر کیتھ ایل مور	83
31	سابقہ کتب سماوی میں ذکرِ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم واقعاتِ علماء اہل کتاب	84
32	حضرت عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام	85
33	سلمہ بن سلامہ کا قبولِ اسلام	88
34	محمد بن عدی کے قبولِ اسلام کا واقعہ	89
35	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام	89
36	عظیم عیسائی بادشاہ ہرقل روم کا تذبذب	94
37	حضرت شاہ نجاشی حاکم حبشہ و علماء نصاریٰ کا قبولِ اسلام	99
38	خسر و پرویز کا انکار اور تباہی	100

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
39	عیسائی علماء کا مقابلہ سے فرار	102
40	موجودہ بائبل میں ذکرِ رسول عربی ﷺ	105
41	ظہورِ اسلام سے قبل حالاتِ زمانہ	113
42	کیا یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ہے؟	119
43	ابجیل برنباس	121
44	غیر مسلم شعراء کا ہدیہ عقیدت بارگاہِ نبوی ﷺ میں	130
45	عظیم الشان ہے شانِ محمد	130
46	ہوشوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا	131
47	تعلین محمد ﷺ	132
48	تکمیلِ معرفت ہے محبتِ رسول ﷺ کی	132
49	نبی مکرم، شہنشاہِ عالی	133
50	مرحبا مصطفیٰ مرحبا مصطفیٰ	133
51	در بارِ محمد	134
52	ثانی کوئی نہیں پس داویرِ رسول کا	134
53	توئی جانِ دو عالم نو ریزِ داں یا رسول اللہ	135
54	توئی سید، توئی آقا، توئی خواجہ، توئی مولا	136
55	پھو لے پھلے گا نخلِ گلستانِ مصطفیٰ ﷺ	137
56	اک نامِ خدا ہے، اک نامِ محمد کا	138
57	ایک انسان ہوا سدرہ نشین آج کی رات	139

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
58	کسی پیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ	140
59	احمد، محمد، مصطفیٰ، محبوب رب العالمین	140
60	سُلطان بنا سُلطان نوں کا مختار بنا مختاروں کا	141
61	سلام اُس پر کہ جس کے نور سے پر نور ہے دُنیا	142
62	رُخِ مصطفیٰ کا جمال اللہ اللہ	143
63	روزِ ازل خریدا تھا سو و احضور صلی اللہ علیہ وسلم کا	144
64	قیامت میں گنہگاروں کو تیرا آ سرا ہوگا	144
65	سلام اے دل کے اندر بسنے والے	145
66	جہانِ خدا ہے جہانِ محمد	145
67	ہمیں فردوس ہے کوئے محمد	146
68	لگا دو پار کشتی کو ہماری یا رسول اللہ	146
69	اور رگِ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسول	147
70	تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی	148
71	ہر تار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم	149
72	انسان کی تاریخ بہ عنوانِ محمد	149
73	ہو روحِ مری بلبلِ بُستانِ مدینہ	150
74	نورِ خدا ہے نورِ رسولِ کریم کا	151
75	مسلم ہی نہیں بسنے دامنِ محمد	152
76	سلامی دیتی ہیں پللیں، نگاہیں جھوم جاتی ہیں	153



فضائلِ مصطفیٰ ﷺ بکلامِ خدا

یوں تو سارا قرآن پاک ہی فضائلِ مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ہے۔ ہر آیہ مبارکہ آپ ﷺ کا مستقل معجزہ ہے اور منکرینِ رسالت مآب ﷺ کو کھلا چیلنج ہے۔

"تم اسکی مثل کوئی سورۃ بنا لاؤ اور اس سلسلے میں اپنے تمام مددگاروں کو خدا کے سوا بلا لو اگر تم سچے ہو۔" مگر زمانہ گواہ ہے کہ آج تک مثلِ قرآن نہ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔ قرآن پاک نے بہت سی جگہ پر نہایت واضح الفاظ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان بیان فرمائی، ان میں سے چند ایک آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾ (البقرہ۔ آیت ۱۰۴)

"اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہا کرو، بلکہ یوں عرض کرو کہ ہم پر نظرِ شفقت فرمائیے اور پہلے ہی بغور سن لو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب شمعِ رسالت کے پروانے بارگاہِ خیر الانام ﷺ میں جمع ہوتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو کلامِ الہی سے مشرف فرما رہے ہوتے، تو اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تو وہ عرض کرتا۔ رَاعِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ یعنی یا رسول اللہ (ﷺ) (اس کلام میں) ہماری رعایت فرمائیے۔ یعنی دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ لفظ "رَاعِنَا" یہودی زبان میں گالی تھا، وہ بھی حضور سرورِ کائنات ﷺ کو "رَاعِنَا" (چرواہا یا احمق) معاذ اللہ کہنے لگے اور دل میں خوش ہونے لگے کہ خوب کلمہ ہاتھ لگا۔ ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو نیت کو بھانپ گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، اگر آئندہ میں نے کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔ یہود نے کہا کہ ہم پر کیوں بگڑتے ہو؟ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اس پر آپ نہایت غمزہ حالت میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ادھر تو یہ حاضر ہوتے ہیں اور ادھر جبرائیل امین یہ آیت کریمہ لے کر آ جاتے ہیں کہ اے مسلمانو! آئندہ "رَاعِنَا" کہنا ہی بند کر دو، تاکہ کسی بد بخت کو گستاخی کا موقع ہی نہ ملے اور آئندہ "انظُرْنَا" عرض کیا کرو۔

سبحان اللہ تعالیٰ کیا شان ہے میرے آقا (فداہ امی وابی) صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کہ خدائے بزرگ و برتر کو یہ گوارا نہیں کہ اُس کے محبوب علیہ السلام کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا لفظ بولا جائے کہ جس میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو۔



قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ

وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ۔ آیت ۱۴۴)

"تحقیق ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں بار بار تمہارا آستان کی طرف منہ کرنا، پس ہم آپ کو پھیرتے ہیں، اُس قبلہ کی طرف، جس پر کہ آپ راضی ہیں، پس اپنا چہرہ انور مسجدِ حرام کی طرف کرلو۔"

تفسیر مظہری، خزائن روح البیان میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار جبریل امین سے اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ بیت اللہ شریف چونکہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے، اس لیے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبلہ بنا دے۔ جبرائیل امین نے عرض کیا، میں تو بندہ مامور ہوں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حبیبِ خدا اور خدائے لم یزل کے بہت مقرب ہیں، دعا فرمائیے تو تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ معتبر تفاسیر میں ہے کہ آپ ۲ ہجری میں پندرھویں رجب پیر کے دن ظہر کے وقت مسجد قبلتین (مسجد بنو سلمہ) میں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے، مگر اللہ

جانے آج کی نماز میں کیا راز ہے، دلی خواہش کے مطابق تبدیلی قبلہ کیلئے انتظارِ رُوحی میں آسمان کی طرف بار بار نظر فرما رہے ہیں۔ ابھی صرف دو رکعت ہی ادا فرمائی تھیں کہ رحمتِ الہی جوش میں آجاتی ہے۔ جبرائیل امین یہ آیت مبارکہ لے کر حاضرِ خدمت ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کا رب، فرماتا ہے کہ اے محبوب! تمہاری رضا کے مطابق تمہارا قبلہ تبدیل فرما دیا گیا ہے اور فرماتا ہے کہ اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف کر لو، چنانچہ بقیہ دو رکعت خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی گئیں۔ (سبحان اللہ تعالیٰ و بحمدہ)



قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳) (آل عمران - آیت ۳۱)

"(اے محبوب ﷺ، تم فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔"

تفسیر کبیر، روح البیان و تفسیر سیدنا ابن عباس وغیرہ میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام دی، تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کے پیارے ہیں۔ ہمیں تمہارے اتباع کی کیا ضرورت ہے۔ تو تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ظاہر ہو گیا کہ خدا کا پیارا صرف وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کا تابعدار ہے۔



وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مِّصْدَقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
وَآخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ

مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ (آل عمران - آیت ۸۱)

"اور یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو تم ضرور بالضرور اُس رسول پر ایمان لے آنا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا تو فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور خود میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے اور معاون بننے کا وعدہ لے لیا جو کہ فی الحقیقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں سے بھی وعدہ تھا کیونکہ امت تو اپنے نبی ہی کے پیچھے ہوگی اور پھر شبِ معراج میں اس کا اظہار یوں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں مقتدی تھے، اور امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) امام..... ثابت ہوا کہ کوئی بھی شخص جو کسی بھی نبی کا امتی ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس پاتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا واجب ہوگا۔



لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٣﴾ (آل عمران - آیت ۱۶۳)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات مبارکہ تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

اللہ تعالیٰ کی ہر انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو، تو ناممکن ہے۔" مگر کسی بھی نعمت پر اس طرح اظہارِ احسان نہیں فرمایا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ رسول نہ صرف تمہیں آیاتِ الہیہ کی تلاوت سے مشرف فرماتے ہیں، بلکہ تمہیں روح و جسم کی پاکیزگی بھی عطا فرماتے ہیں، یعنی عیسائیوں کی طرح ہتسمہ نہیں دیتے، بلکہ نظرِ کرم سے ہی روح کو کفر و شرک کی نجاست سے نجات دے دیتے ہیں (خیال رہے کہ عیسائی اپنے بچوں کو پیدائش کے ساتویں سال اور دوسروں کو عیسائی بناتے وقت زرد پانی کے حوض میں غوطہ دیتے ہیں، اسے ہتسمہ دینا کہتے ہیں۔) آخر میں ارشاد ہوا کہ تم صریح گمراہی میں تھے۔ بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل اہل دنیا کی عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً جو حالت تھی، وہ محتاج بیان نہیں۔ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ سفاح جاہلیت عروج پر تھا۔ لوگ ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔ اس جگہ پر یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ایک مشہور متعصب غیر مسلم یورپی سیرت نگار "مارگولیتھ" Mirgaltouth اپنی تصنیف "محمد" میں لکھتا ہے ابو جہل کو عقل و دانش کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت حاصل تھی، یہاں تک کہ وہ تیس سال کی عمر میں دارالندوہ کا ممبر بن گیا۔ "در اصل مسٹر مارگولیتھ کو حضور ﷺ کا ہر دشمن ہی بہت عقلمند نظر آتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنی تصنیف میں جگہ جگہ ان مشرکین کو عقل مند و دانش کا خزانہ خیال کرتا ہے۔

ہمیں مسٹر مارگولیتھ پر کیا افسوس ہو سکتا ہے۔ اس متعصب سے یہی توقع ہو سکتی ہے، البتہ ہم یہاں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں؟ جس سے مشرکین مکہ کی عقل کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک شخص "اساف" نے بیت اللہ شریف کے اندر ایک عورت "نانکہ" سے زنا کیا اور غضبِ الہی سے وہ دونوں پتھر ہو گئے۔ مشرکین مکہ نے ان دونوں پتھر کے مجموعوں کو اٹھایا اور ایک کو صفا اور دوسرے کو مروہ کے پاس نصب کر دیا اور دونوں کو خدا سمجھ کر پوجنے لگے اور جب صفا اور مروہ کے پاس آتے جاتے تو تمام مشرک بشمول ابو جہل ان کو سجدہ کرتے اور

چھوتے تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو کھودنے کا ارادہ فرمایا تھا، تو انہی بتوں کی وجہ سے مشرکین نے مخالفت کی تھی۔ (مدارج النبوة وغیرہ)

قارئین آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ابو جہل اور اس کے ساتھی کتنے دانا تھے، جن پر غضب خدا نازل ہوا، وہی اُن کے خدا بن گئے۔ اس حالت میں مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے اس جملہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ "اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"



وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ (آل عمران - آیت ۱۷۹)

"اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ عام لوگوں کو علم غیب دے۔ ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے، پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر۔"

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے میری تمام امت پیش کی گئی، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی تمام نسل اور جو مجھ پر ایمان لانے والے ہیں یا نہیں لانے والے، وہ سب مجھے بتا دیئے گئے ہیں۔ اس فرمان کی اطلاع منافقوں کو پہنچی، تو وہ مذاق کرتے ہوئے بولے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے، وہ اُن کے بھی مومن و غیر مومن ہونے کو جانتے ہیں، جبکہ ہم ان کے پاس رہتے ہیں اور یہ ہمیں بھی مسلمان ہی سمجھتے ہیں، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ممبر شریفہ پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "لوگوں کا کیا حال ہے وہ کس وجہ سے ہمارے علم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں؟ تم اپنے زمانے سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھو، تم جو بھی پوچھو گے، ہم بتا دیں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا "حذافہ"۔ اس کے فوراً بعد

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا حبیب اللہ علیک السلام ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں (آپ ﷺ ہم اہل ایمان پر ناراض نہ ہوں) ہمیں معافی دیجئے، تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرماتے ہوئے کہا "کیا آئندہ بھی طعن کرو گے؟ کیا باز رہو گے؟" ممبر شریفہ سے اُتر آئے۔ (تفسیر مظہری، خزائن، نور العرفان، خازن وغیرہ)

ایک دوسرے روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی، تو حضرت عبداللہ کی والدہ ان سے سخت ناراض ہوئیں اور بولیں تیرے جیسا بیٹا میں نے کہیں نہیں دیکھا، کیا تجھے علم نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کیا کچھ کیا کرتی تھیں۔ اگر خدا نخواستہ میں نے کوئی غلطی کی ہوتی، تو تو نے مجھے بھری محفل میں رسوا کر دیا ہوتا، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ پوشیدہ نہیں کہ درحقیقت کس کا کون باپ ہے؟



وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿۶۴﴾ (النساء۔ آیت ۶۴)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں پھر اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول (یعنی اے محبوب! تم) اُن کی سفارش فرماؤ تو وہ (گنہگار) یقیناً اللہ تعالیٰ کو معاف فرمانے والے مہربان پائیں گے۔"

اس آیت کریمہ میں گناہوں کے مریض کو نہ صرف بارگاہِ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا گیا ہے، بلکہ صدقِ دل سے حاضر ہونے والے کو شفا یاب ہونے کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور نبی

کریم ﷺ کو رحلت فرمائے ہوئے صرف تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی قبرانور سے چٹ کر یوں عرض کرنے لگا: "یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپ نے اپنے خدا سے سنا اور لیا اور ہم نے آپ سے لیا (یعنی قرآن کریم) اس میں یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا (آخر تک آیت تلاوت کی اور کہا) میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میری سفارش فرمائیں۔ اعرابی جذبہ شوق سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اتنے میں قبرانور سے آواز آئی قَدْ غَفَرَ لَكَ "تحقیق تیری مغفرت ہو گئی"۔ (جذب القلوب، تاریخ مدینہ) سبحان اللہ۔



فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ (النساء۔ آیت ۶۵)

"(تو اے محبوب ﷺ) تمہارے رب کی قسم وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمام تنازعات میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم جو بھی فیصلہ فرما دو، اس کیلئے اپنے دل میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں بلکہ مکمل طور پر دل سے تسلیم کر لیں۔"

ذرا انداز بیان ملاحظہ فرمائیے کہ قسم تو اپنی ذات کی ہی فرمائی، مگر یوں نہیں کہ مجھے اپنے ذات کی قسم یا میری بزرگی کی قسم، بلکہ ارشاد ہوا "اے محبوب مجھے تیرے رب کی قسم" سبحان اللہ تعالیٰ کتنا پر لطف کلام ہے۔ گویا یوں ارشاد ہوا اے حبیب (ﷺ) ہمیں قسم ہے کہ جو تمہارے غلام نہیں، وہ ہمارے حضور بھی مردود ہے۔ ایمان صرف اسی کا قبول ہے جو تمہارا تابع فرمان ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حرہ کے ایک پہاڑی نالے کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرنے کے متعلق ایک انصاری کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جھگڑا تھا۔ دونوں نے فیصلہ کیلئے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاصر ہوئے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا "زیر تم بیچ لو، پھر اپنے ہمسائے کی زمین کی طرف پانی چھوڑ دو۔" اس پر وہ

انصاری ناراض ہو گیا اور بولا یا رسول اللہ (ﷺ) اس فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ زیر آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا ہے یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رُخ انور کا رنگ بدل گیا اور ارشاد فرمایا: زیر زمین سینچنے کے بعد پانی کو اتارو کہ رکھو کہ پانی منڈھیر تک پہنچ جائے، پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زیر کو پورا حق دیا، جبکہ صریح حکم میں انصاری نے آپ کو ناراض کر دیا، حالانکہ پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا مشورہ دیا تھا کہ جس میں دونوں کیلئے فراخی تھی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ احواء الموات والشرب)

حضرت زیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اسی سلسلہ میں آیت کریمہ (مذکورہ بالا) کا نزول ہوا (مظہری)

امام محی السنۃ فرماتے ہیں کہ مجاہد اور شعبی کے نزدیک اس کا شان نزول یوں ہے کہ بشر منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا تھا، دونوں فیصلہ کیلئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا، کیونکہ وہ سچا تھا۔ منافق یہودی سے بولا چلو عمر کے پاس چلتے ہیں اور فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ دونوں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور اپنا قصہ بیان کیا۔ یہودی بولا عمر! خیال رکھنا کہ اس سے پہلے حضور اکرم ﷺ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ مگر یہ نہیں مانا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گئے اور تلوار نکال لائے۔ آتے ہی اُس منافق کی گردن اڑادی اور فرمایا: جس کو میرے آقا رسول عربی ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں، عمر کے ہاں اُس کا یہ فیصلہ ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ بارگاہ نبوی (ﷺ) میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ اس سے جواب طلبی فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! مجھے تو عمر سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کریں۔ "پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے عمر! آدمی کو کیوں قتل کیا؟ اسی وقت جبرائیل امین یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہو گئے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو اس خون سے بری قرار دے دیا۔ (مظہری، ابن ابی حاتم سے تاریخ الخلفاء، البسیوطی)



مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء۔ آیت ۸۰)

"جو کوئی رسول علیہ السلام کا تابع فرمان ہے وہی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔"

مروی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم خدا اپنی اطاعت کا حکم دیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بولاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی اطاعت کروانا چاہتے ہیں (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُس نے کہا کہ کیا اب ہم ان کو عیسائیوں کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رب مان لیں؟) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی، جس میں بتایا گیا کہ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ ہی درحقیقت اطاعتِ خدائے ذوالجلال ہے اور جو ان کا نافرمان ہے۔ وہ خدائے لم یزل کا فرمانبردار نہیں کہلا سکتا۔ (تفسیر سیدنا ابن عباس)



وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (الانفال۔ آیت ۱۳)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مخالفت کرے یا کرتا ہے..... (وہ جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے۔"

یہ آیت مبارکہ غزوہ بدر کے متعلق ہے کہ کافروں کو ذلت و رسوائی اس لیے ملی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے اور یہ قانون ہمیشہ کیلئے ہے کہ جو کوئی کسی بھی نبی برحق کا نافرمان و گستاخ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور معلون و مقہور ہوگا۔ خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم و فاضل اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ ابلیس لعین کی مثال اہل اسلام اور اہل کتاب سب کے سامنے ہے اور اگر آدم علیہ السلام کے انکار کا یہ بدلہ ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے انکار کا بدلہ کیا ہوگا؟



وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ (النساء۔ آیت ۱۱۳)

"اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ (سب) علم سکھا دیا، جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان اسرار و رموز سے مطلع فرمایا کہ جو انسانی ادراک سے کہیں ماورئی ہیں اور یہ بات تو بدترین دشمن بھی تسلیم کرتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی بھی شخص سے اکتسابِ علم نہیں کیا اور کوئی بھی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے ایک حرف بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھایا یا کوئی شے سکھائی ہے اور ہم اہل اسلام پوری دنیا کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا رسولِ عربی ﷺ کی پوری (ظاہری) حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کا کوئی بھی ایسا قول یا فعل ثابت نہیں کر سکتے کہ جو حکمت و دانائی کا گلدستہ نہ ہو۔ وہ گھریلو زندگی ہو یا خارجی، وہ نجی زندگی ہو یا اجتماعی، وہ میدانِ جنگ ہو یا تختِ عدالت، وہ یتیموں پر شفقت فرمائی جا رہی ہو یا سلاطینِ زمانہ کے نام خطوط بھیجے جا رہے ہوں۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر علم و دانش، تدبیر و حکمت کے وہ گوہر لٹائے کہ زمین تو زمین آسمان والے بھی عیشِ عرش کراٹھے۔ بلاشبہ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾



يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿١٤٣﴾ (النساء۔ آیت ۱۴۳)

"اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔"

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے النَّاسُ فرما کر گویا پوری نوعِ بشر کو مخاطب فرمایا، اس میں

یہودی، عیسائی، آتش پرست، ستارہ پرست، دہریے اور بت پرست غرضیکہ تمام اولادِ آدم شامل ہے۔ اُن سب سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل، یعنی (عند المفسرین) حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ظاہر ہے کہ دلیل دعویٰ کو مضبوط کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اُس کے رسول ہیں کہ ھُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ لَعَلِّي اللَّهُ تَعَالَىٰ جَل شَأْنُهُ وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اہل مکہ کو توحیدِ خداوندی کی دعوت دی تو سب سے پہلے اپنے آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ اے اہل مکہ میری زندگی کا ایک بڑا حصہ چالیس سال تمہارے اندر گزرے ہیں۔ میری پوری چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک گوشہ تمہارے سامنے عیاں ہے۔ تو کیا تم میری اس زندگی کے کسی بھی لمحے پر انگشت نمائی کر سکتے ہو؟ کہ فلاں لمحے تم نے معاذ اللہ فلاں قبیح فعل کیا تھا یا جھوٹ بولا یا وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ تمام اہل مکہ نے بیک زبان اقرار کیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کے بدترین دشمن بھی تمہاری امانت و صداقت پر شک نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے نزدیک صادق اور امین ہیں۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: پھر جان لو یہ بت جھوٹے ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی وحدہ لا شریک ہستی ہے کہ جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا۔ اس میں شک نہیں کہ مشرکین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ کو شہید کرنے کے پروگرام بنانے لگے۔ حتیٰ کہ اس نیت فاسدہ سے کاشانہ اقدس کا محاصرہ بھی کر لیا اور محاصرہ کرنے والوں میں مکہ کے ہر معتبر قبیلہ کا کوئی نہ کوئی فرد موجود ہے۔ دشمنی اس قدر شدید ہے کہ لات و عزیٰ کی قسمیں اٹھا کر آج شہید کرنے کیلئے حملہ آور بھی ہیں، مگر اعتماد کی یہ حالت ہے کہ اپنی امانتیں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رکھی ہوئی ہیں۔ ۶ ہجری بمطابق ۶۲۸ عیسوی میں مشہور عیسائی بادشاہ ہرقل روم نے ابوسفیان بن حرب جو اس زمانہ میں حضور انور ﷺ کا بدترین دشمن تھا) سے دریافت کیا کہ اُس معدی نبوت نے کبھی عہد شکنی یا

بدعہدی کی؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ تو صادق اور امین ہے۔ اُس نے کبھی بدعہدی نہیں کی تو ہرقل نے کہا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ خدا پر کب جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ یقیناً سچا نبی ہے۔ حضور سید المرسلین ﷺ ایک ایسی ہستی ہیں کہ دشمن بھی اُن میں نقص نہیں نکال سکتے۔

اکثر علماء کرام کے نزدیک برہان سے مراد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہیں کہ آپ سرانور کے بال مبارک سے لے کر قدم انور تک سراپا معجزہ ہیں۔



يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (سورة المائدہ - آیت ۶۷)

"یا رسول اللہ ﷺ لوگوں تک پہنچا دو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل فرمایا گیا، اگر ایسا نہ ہوا تو تم نے اُس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام محی السنۃ نے محمد بن کعب قرظی سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ جب سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے اور راستہ میں کہیں ٹھہرتے، تو ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سب سے بڑا درخت اور اس کا سایہ چھوڑ دیتے تاکہ آپ وہاں آرام فرمائیں۔ ایک دن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی تلوار۔ اس درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور تلوار اتار لی، اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ کھل گئی تو وہ اعرابی تلوار تان کر بولا "محمد (ﷺ) اب مجھ سے تم کو کون بچائے گا؟" حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا اللہ بچائے گا اور فرمایا کہ تلوار رکھ دے۔ یہ سنتے ہی اعرابی کا ہاتھ کپکپانے لگا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اور اعرابی نے اپنا سراسن زور سے درخت کے ساتھ مارا کہ اُس کا دماغ پارہ پارہ ہو گیا۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری جلد نمبر ۲)

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور ﷺ کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ بیشمار کوششوں کے باوجود کفار آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید نہ کر سکے۔ ایک بار ابو جہل نے حضور سرور کائنات ﷺ کو حالتِ سجدہ میں دیکھا تو ایک بڑا پتھر اٹھالایا تاکہ معاذ اللہ سرِ نور پُچل ڈالے۔ جونہی وہ نزدیک ہوا تو خوفزدہ ہو کر پیچھے بھاگا اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا: ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ رنگ بدلا ہوا ہے؟ بولا جب میں نزدیک گیا، تو میں نے اُس کے قریب ایک اونٹ دیکھا اللہ (تعالیٰ) کی قسم میں اس کا وہ سر، گردن اور دانت دیکھے کہ آج تک کسی اونٹ کے ایسے (ہیبت ناک) نہ دیکھے، وہ اونٹ مجھے کھانے کیلئے دوڑا تھا۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے، اگر ابو جہل اور قریب آتا تو اُسے پکڑ لیتے۔ (سیرت ابن ہشام)

۶۲۵ھ کو حضور اکرم ﷺ یہودی قبیلہ بنو نضیر کی بستی میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا، چنانچہ جی بن اخطب کی ترغیب پر عمرو بن حجاب نے ارادہ کیا کہ اُس کے مکان کی چھت پر چڑھ کر حضور ﷺ پر بڑا سا پتھر گرا کر پُچل ڈالے کہ جس کی دیوار سے خواجہ کونین ﷺ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ سلام بن مشکم یہودی نے مخالفت کی اور کہا کہ تمہارے ارادہ بد سے اُن کا رب اُن کو مطلع فرما دے گا۔ مگر دوسرے یہودی نہ مانے، اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہودیوں کی خیانت و بدعہدی سے مطلع فرما دیا اور نبی کریم ﷺ بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور صحابہ کرام کی معیت میں مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

(محمد رسول اللہ، مدارج النبوة، ابن ہشام)

ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کفار کے ہاتھوں شہید ہونے سے بچالیا۔



الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي
التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي
كَانَتْ عَلَيْهِمْ^ط (الاعراف- آیت ۱۵۷)

"جو لوگ غلامی کریں گے اس رسول کی جو "نبی اُمی" ہیں جسے وہ لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توراۃ
اور انجیل میں وہ (رسول علیہ السلام) انہیں بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع فرمائیں گے اور
ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے وہ ان
کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے (یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر تھے۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ کوئی
بھی غیر متعصب شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس آیت مبارکہ میں حضور سرور ہر عالم، جان کائنات ﷺ
کی صفت "نبی اُمی" کا ذکر ہے۔ نبی کا معنی ہوتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں
بتانے والا" (مصباح اللغات صفحہ ۸۴۷ مطبوعہ)

اور اُمی کا معنی ہے "اُن پڑھ" ایک معنی ہے اُمت والا، اور یہ دونوں معنی حدیث
مبارکہ سے ثابت ہیں۔ "نبی اُمی" حضور خواجه کونین رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان معجزہ ہے کہ کسی سے
پڑھے بھی نہیں اور اخبارِ غیب بھی دیتے ہیں اور انبیاء کرام گزشتہ کے تمام واقعات سے بھی مطلع
ہیں۔ بہت سی آئندہ کی پیش گوئیاں بھی فرماتے ہیں جو کہ حرف بحرف درست ہیں۔ پھر صحابہ
کرام کے سامنے جو کلام اللہ شریف کی مقدس آیات کریمہ کی تلاوت فرماتے، وہ ہمیشہ بغیر کسی
تبدیلی کے منظم طریقہ سے تلاوت فرماتے، حالانکہ ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی اس حقیقت
کا انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا بھی عالم و فاضل کیوں نہ ہو، اگر بغیر لکھی فی البدیہہ
کوئی تقریر کرے، اُسے کہا جائے کہ دوبارہ وہی تقریر کرو جو پہلے کر چکا ہے، تو ضرور دوبارہ وہ مکمل

طور پر لفظ بلفظ وہی تقرر نہیں کر سکتا۔ کچھ نہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی ضرور ہو جائے گی یا کسی چیز کو سمجھنا ہوا اُسی کے مفہوم کا کوئی دوسرا لفظ بول دے گا۔ مگر رسول اکرم ﷺ باجود "نبی اُمّی" ہیں دنیا کے کسی بھی عالم و فاضل کی صحبت اختیار نہ فرمائی، وہ جب ایک بار قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو دوبارہ کسی لفظ کی کمی بیشی تو درکنار کسی زبردستی کی کمی بیشی بھی نہیں ہوتی۔ پھر ایک دوبارہ ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی پوری تیس ۲۳ سالہ نزول قرآن کی زندگی میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ پھر خود سوچو کہ یہ سب کچھ بغیر عطاءِ خدا کے خود بخود کیسے ہو گیا۔ پھر کلام بھی وہ کہ جس کا پورے جن وانس کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر تم انکار نبوت میں سچے ہو تو اس قرآن کی مثل بنا لاؤ۔ مگر تمام جن وانس مل کر بھی کبھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکتے ہیں اور نہ دے سکیں گے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی ﷺ کو اُمّی اس لیے بھی رکھا تھا کہ کوئی بھی شخص یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ چونکہ یہ پڑھے لکھے تھے۔ اس لیے سابقہ کتب سماوی کے مطالعہ سے حضور اکرم ﷺ کو ان علوم پر دسترس حاصل ہو گئی ہے۔ مگر بغیر کسی انسان سے کچھ سیکھے، عطاءِ خدا نے لم یزل کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیئے اور بغیر دنیاوی تعلیم و مطالعہ کے قرآن عظیم پیش کرنا اگر معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

دشمنان اسلام کے پاس ان ناقابل تردید حقائق کا چونکہ کوئی جواب نہ تھا، اسی لیے بعض یورپین سیرت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کے اُمّی ہونے کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ جرّی کے پروفیسر نولدہ کہ NOLDEKY اپنی کتاب تاریخ قرآن میں ایک باب باندھا ہے کہ "کیا نبی لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے" اس بحث میں وہ یقینی رائے قائم نہ کر سکا، بلکہ اُس نے یہ رائے قائم کی کہ قرآن میں جو اُمّی کا لفظ مذکور ہے۔ وہ اس بات کو نہیں بتاتا کہ نبی کریم ﷺ لکھنا نہ جانتے تھے، بلکہ اس کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ قدیم آسمانی کتب پڑھے ہوئے نہ تھے۔ (محمد رسول اللہ صفحہ ۱۱۴)

حالانکہ یہ بات آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کسی بھی

انسان کے شاگرد نہیں اور نہ ہی اپنے دستِ مقدس سے کچھ تحریر فرمایا اور نہ ہی کوئی تحریر پڑھی۔ ایک فرانسیسی سیرت نگار "موسیوس دیو" اپنی تصنیف "تاریخ عرب" جز اول صفحہ ۹۵ طبع ثانی میں لکھتا ہے "رسول اللہ ﷺ اپنے دوسرے ہم وطنوں کی طرح غیر تعلیم یافتہ تھے اور پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے۔" ایک انگریز فلسفی "ٹوماس کارلائل" اپنی کتاب "کتاب ابطال" (ترجمہ علامہ محمد سباعی) میں لکھتا ہے پھر ہمیں ایک بات نہ بھولنی چاہئے۔ وہ یہ کہ محمد ﷺ نے کبھی کسی استاد سے کچھ نہیں پڑھا اور آپ ﷺ کے زمانہ میں ملک عرب میں کتابت (لکھنے) کا فن نیا نیا رائج ہوا تھا اور دلائل سے یہ بات مجھ پر ثابت ہوئی کہ صحیح حقیقت یہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ لکھنا پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے۔"

کانٹ ہنری دی کاسٹری CONT HENRI DE CASTER فرانسیسی اپنی کتاب "اسلام پر خیالات" میں تحریر کرتا ہے۔ "یہ امر محقق ہے کہ حضرت محمد ﷺ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا، بلکہ جیسا کہ انہوں نے متعدد مرتبہ خود اپنے متعلق فرمایا کہ وہ ایک اُمی نبی تھے اور یہ آپ ﷺ کا ایسا وصف تھا جس میں آپ علیہ السلام کے ہم عصروں میں کوئی آپ علیہ السلام کا دم مقابل نہ تھا۔" (محمد رسول اللہ ۱۱)

آیت مذکورہ بالا میں حضور سرور کونین ﷺ کی صفت الذی یَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا (یعنی اہل کتاب اس برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے)۔

حضرت زید بن سعنہ جو یہود میں بڑے پائے کے احبار (علامہ) تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے توراۃ میں نبی آخر الزمان کی بنوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں نے روئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں تھیں، جن کا آزمانا باقی تھا، یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلم آپ علیہ السلام کے غضب پر سبقت لے جاتا اور دوسرے کی شدت جہالت اور اذواء آپ ﷺ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کیلئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی محبت سے پیش آتا۔ ایک

دن رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے، اتنے میں ایک سوار جو غالباً بدوی تھا۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور یوں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں، میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب اُن کے ہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ طمع کے سبب اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں..... اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے مبارک ہو تو ان کی دستگیری فرمائیے۔" یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے پہلو میں ایک صاحب (یعنی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم) کی طرف دیکھا) یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کھجوروں کی مقدارِ معین میعادِ معین پر خرید کی اور اس کی قیمت اسی (80) مثقال (تقریباً تیس 30 تولے) سونا خدمتِ انور میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے میں تقسیم کر دو، جب وہ میعاد ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے آپ ﷺ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب کے ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور بیٹھنے کیلئے ایک دیوار کے قریب پہنچے، تو میں نے آگے بڑھ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیض اور چادر کے دامن پکڑ لیے اور بڑے غصے سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھ کر یوں کہا: "اوه محمد (ﷺ) کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا؟ اے خاندانِ بنو مطلب! قسم بخدا تم اداۓ حق سے گریز کرنے کے لیے حیل بہانے کرتے ہو۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے غصے سے میری طرف دیکھ کر کہا: اور دشمنِ خدا! کیا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ مجھے قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم (یہود) کے درمیان صلح ختم (اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ناراض) ہو جانے کا ڈرنہ ہوتا تو ابھی تلوار سے تیرا سراڑا دیتا۔ "رسول اللہ ﷺ نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: عمر! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے اور اسے اچھی طرح تقاضا کرنے کا کہتے۔

اے عمر! اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور اسے جو دھمکایا ہے، اس کے عوض بیس صاع (تقریباً اسی 80 کلو) زائد دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا یہ زائد کیسی ہیں؟ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا۔ تو میں نے کہا عمر! مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں زید بن سعہ ہوں۔ فرمایا وہی زید جو یہودیوں کا بڑا علامہ ہے؟ میں نے کہا ہاں! پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ جبکہ تو دانا اور عالم تھا) میں نے کہا: عمر! (حقیقت یہ ہے کہ) جب میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا، موجود پائیں۔ اب صرف دو علامتیں باقی تھیں۔ جو میں نے اب آزمالیں۔ اے عمر! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد ﷺ کو اپنی نبی ماننے پر راضی ہو گیا ہوں اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال حضور نبی کریم کی امت پر صدقہ ہے۔" پھر دونوں بارگاہِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہوئے اور زید بن سعہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اظہارِ اسلام کر دیا۔

(دلائل النبوة للحافظ ابی نعیم)

اندازہ کیجئے کہ غیر متعصب اور حقیقت پسند علماء اہل کتاب جو ایک ایک علامتِ نبوت کی تحقیق و جستجو میں اتنے صبر آ زما مراحل سے گزرے تھے۔ اگر وہ علماء تورات و انجیل میں نبی آخر الزمان ﷺ کی جو نشانیاں پڑھتے تھے۔ ان میں اور حضور نبی کریم ﷺ میں جو مطابقت نہ پاتے یا متذبذب ہوتے، تو وہ کبھی بھی ایمان نہ لاتے؟ یہ باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

صداقت کی کتنی عظیم دلیل ہیں۔ اسی آیت مبارکہ میں مذکور، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات دین اسلام کے دین فطرت ہونے کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔ (آیت مبارکہ دیکھیں)

"(وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام) ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے، وہ ان کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے (یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر تھے۔"

"ستھری چیزیں حلال فرمانے والے" یعنی جو اشیاء بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کر دی گئیں جس طرح چربی اور ہر ناخن والا جانور یا خود انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں، جس طرح کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ، وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر حلال فرمادی گئیں۔

جو اشیاء مثلاً شراب وغیرہ جو افعالِ قبیحہ کا باعث تھیں۔ ان کو سختی سے حرام فرمایا، اس کے استعمال سے افعالِ رذیلہ کے سرزد ہونے کے ساتھ ساتھ انسان پر اس کے انتہائی مضربی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو اہل مغرب خوب جانتے ہیں۔ اسے اسلام نے اس حد تک قابلِ نفرت بنا دیا کہ پینا تو درکنار، جسم پر ملنا بھی ناجائز قرار دیا۔ جبکہ موجودہ انجیل میں پانی کی شراب بنانا، حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا معجزہ بتایا گیا ہے۔ انجیل میں ہے کہ آپ نے چھ مٹکے جو پانی کے بھرے ہوئے فی مٹکہ دو دو تین تین من کا تھا، سب شراب بنا دیئے اور لوگوں کو پلائی گئی اور یہ پہلا معجزہ تھا۔

(یونہی) عیسیٰ علیہ السلام کے حواری "پولس رسول کا تممتھیں کے نام پہلا خط باب نمبر

۵۔ آیت ۲۲ میں ہے۔"

"آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر، بلکہ اپنے معدے اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مے بھی کام میں لایا کرو۔" (انجیل مقدس پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور صفحہ ۳۶۸)

گویا مے نوشی (شراب پینے) کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ کو برطانوی حکومت کی ایک نصیحت سے بھی مطلع کر دیا جائے، یہ نصیحت اس وقت کی ہے، جب

برطانوی راج جو بن پر تھا۔ مخزن حکمت میں ہے:

"جب برطانیہ عظمیٰ کی افواج جرمنی کے خلاف میدان جنگ میں جانے لگیں، تو شراب نوشی کے نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے سپہ سالار اعظم جناب لارڈ کچر صاحب بہادر نے دلیران و شیران برطانیہ کو مخاطب کر کے..... یہ نصیحت کی کہ حتی الامکان شراب نوشی نہ کرنا، لیکن جب بعض ضروری کاروبار میں ہرج اور نقصان ہونے لگا، تو اکابر و اعیان مملکت، بلکہ خود اعلیٰ حضرت ملک معظم نے بھی ترک مے نوشی کا عہد کر کے خاص و عام کو اپنی بے مثل مثال تقلید کی تحریک و ترغیب دی۔" (مخزن حکمت صفحہ ۱۸۸۔ طبع سوئم)

ان اقتباسات کو پڑھیے اور خود سوچئے کہ دین فطرت، دین مسیحیت ہے یا دین اسلام۔
"بوجھ اور گلے کے پھندے اتارنے والے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام" وہ تمام احکام جو کسی خاص وقت یا قوم کیلئے تھے اور تمام انسانوں کیلئے ہمیشہ قابل عمل رہنے ممکن نہ تھے، مثلاً مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا، وضو کی جگہ کسی بھی حالت میں تیمم نہ کر سکن نماز (عبادت) صرف عبادت خانوں (گرجوں) میں ہونا، ان کے سوانہ ہو سکن، جسم یا کپڑے پر پلیدی لگ جائے، تو اس جگہ کو جلا دینا یا کاٹ ڈالنا، مال غنیمت کا حرام ہونا وغیرہ ایسے اعمال تھے، جن پر ہمیشہ (قیامت تک) عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ سب بنی اسرائیل (یہودی و نصاریٰ) کے لیے تو تھے، مگر دین اسلام میں تبدیل فرما کر آسانی فرمادی گئی۔ انجیل میں ہے۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور جو کوئی تجھ پر نالاش کر کے تیرا کرتالینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دے۔" (متی کی انجیل باب ۵، آیت نمبر ۴۰، ۴۱)

کیا موجودہ زمانے میں انجیل کے اس حکم پر عمل کر کے کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے؟ کیا یہ حکم ہر زمانے میں قابل عمل ہے؟ یقیناً انسانیت کی فلاح و بہبود اسلام کے دامن میں ہی پوشیدہ ہے۔



قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف۔ آیت ۱۵۸)

"(یا رسول اللہ ﷺ) آپ فرمائیے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

انبیاء بنی اسرائیل اپنے اپنے زمانے میں کسی خاص علاقے یا قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو لیجئے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت خضر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت واجب نہ تھی، اسی لیے انہوں نے عرض کیا تھا کہ چونکہ میرے عمل اور آپ کے علم میں بڑا فرق ہے۔ اس لیے آپ کو میرے کاموں پر اعتراض ہوگا، کیونکہ وہ آپ کی شریعت کے مطابق نہ ہوں گے اور آپ کے تابع رہنا مجھ پر لازم نہیں کہ میں آپ کا امتی نہیں ہوں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد بھی موجودہ انجیل میں یوں درج ہے:

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

(متی کی انجیل باب ۱۵، آیت ۲۴)

غیر اسرائیلی کو فیض دینا گویا بچوں کی روٹی چھین کر کتوں کے آگے ڈالنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ دیکھیں اسی باب کی آیت نمبر ۲۶ اور دوسری جگہ اس بات کو موتی خنزیر کے آگے ڈالنے کے مصداق کہا گیا ہے، یعنی اس سے ثابت ہے کہ بھیجے تو صرف بنی اسرائیل کی طرف گئے ہیں، لیکن اگر کسی دوسرے کو کچھ فیض مل جائے تو شاذ و نادر ہے۔

یہ اعزاز صرف خاتم الانبیاء حضور سرور کائنات ﷺ ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ آپ تمام انسانیت کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت مطہرہ میں وہ اصول اپنے گئے ہیں جو رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم کیلئے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہیں۔



وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال - آیت ۱۷)

"(اور اے محبوب ﷺ) وہ خاک جو تم نے پھینکی، وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔"

اس آیت کریمہ میں ایک عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ۲ھ سترہ ۱۷ رمضان المبارک کو کفار مکہ کا ایک بہت بڑا لشکر، اسلام کو مٹانے کیلئے مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا۔ مقام بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا، لشکر کفار کئی گنا اور بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ سرتاپا لوہے کے لباس میں غرق اور اُس وقت کے جدید ترین اور خون آشام ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ جبکہ مسلمانوں میں بعض کے جسم پر قمیض بھی نہ تھی۔ مسلمانوں کے پورے لشکر کے پاس دو یا تین گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں، باقی مسلمان کھجور کی شاخیں ہاتھوں میں تھامے کھڑے تھے۔ کفار کے پاس قسم قسم کے کھانے تھے اور مسلمان روزہ سے، کفار تمام رات شراب و رقص میں مشغول رہتے اور مسلمان ذکر الہی میں مصروف رہتے۔ لشکر کفار کی طرف سے گانے والوں کے گانے اور باجوں کے نغمے، ادھر مسلمانوں کے ہاں آیات قرآنی کی تلاوت اور تکبیر کے کلمے، ایسے میں کفار نے مسلمانوں پر بھرپور حملہ کر دیا۔ حالت یہ تھی کہ تین تین چار چار سوار و پیادہ آہن پوش کفار اکیلے مہاجر یا تین تہا انصاری پر پل پڑے۔ میدان جنگ میں انسانی اعضاء گاجر، مولیٰ کی طرح کاٹے جا رہے تھے، ابلتے ہوئے گرم گرم خون سے سپاہیوں کے کپڑے بھیگ رہے تھے، انسانی لاشوں کو گھوڑے کچل رہے تھے، ایسے میں زخمیوں کی چیخ و پکار، تیغ و تبر کی چٹا چٹ، برچھیوں اور نیزوں کی جھنجھناہٹ، تیروں کی فش فش، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، کفار کی جنگی نقاروں کی ہیبت ناک گھن گرج، لات و منات، ہبل و عزلی سے امداد کیلئے کفار کا شور و پکار، مجاہدین اسلام کی اُحد اُحد کی صدائیں اور ہر حزب پر اللہ اکبر کے جوش اور فلک بوس نعرے، اس سب کچھ سے میدان کارزار ایک ہولناک منظر پیش کر رہا تھا، گویا آسمان پھٹ رہا تھا، زمین پر لرزہ تھا، پہاڑ کپکپا رہے تھے۔ موت مہیب انداز میں منہ کھولے انسانوں کو ہڑپ کر رہی تھی۔ ادھر حضور انور علیہ

الصلوة والسلام سجدہ میں پڑے بارگاہ رب العزت میں دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ العالمین یا ذوالجلال والاکرام! آج اس میدان میں یہ نہتے مسلمان جو کٹ جائیں اور مٹ جائیں، تو تیری عبادت کرنے والے بندے دنیا میں نہ رہیں گے۔ الہی اپنی عبادت کرنے والے ان مسلمانوں کو آج فتح سے نواز..... الخ.....

پھر سجدے سے سر اٹھا کر اپنے محبوب صحابی سے فرمایا: "بشارت ہو امدادِ خدا بصورت ملائکہ آگئی ہے۔" پھر ایک مٹھی خاک کی لے کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ جانے وہ مشمت خاک تھی یا ابابیل کی کنکریاں کہ وہ سب کافروں کو لگی اور دوسرے ہی لمحے ان کے منہ پھر گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ

کہ جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ اس آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (کتب تفاسیر) فرمایا جا رہا ہے کہ "اے محبوب! علیک السلام، وہ مشمت خاک جو آپ نے پھینکی، وہ تم نے نہیں پھینکی، بلکہ تمہارے رب نے پھینکی تھی، گویا ہاتھ تمہارے، مگر کام ہمارا تھا۔" ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔



إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح - آیت ۱۰)
 "(اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔"

اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے علم و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست مبارک کتنا عظیم ہاتھ ہے اور اس

ہاتھ پر بیعت کرنے والے کتنے عظیم ہیں۔ ایسی آیات مبارکہ اور انتہائی حیرت انگیز معجزات کے ہوتے ہوئے بھی آج تک کسی صحیح العقیدہ مسلمان نے حضور نبی کریم ﷺ کو (معاذ اللہ) اللہ، یا اللہ کا بیٹا یا اللہ کا کوئی جز نہیں کہا، بلکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ جل شانہ کے برگزیدہ بندے اور شاندار رسول ہیں، بلکہ سرور کائنات ﷺ اَنَا بَشَرٌ کہتے ہوئے بندگی خدا کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بندگی کو یوں بیان فرماتا ہے۔



وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۴) (الجم - آیت ۳، ۴)
 "اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں (کرتے) مگر (وہی) جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔"



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ (سورة الانفال - آیت ۲۴)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (علیہ السلام) کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جایا کرو جب رسول علیہ السلام تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے گی۔"

اس آیت مبارکہ میں پروردگارِ عالم نے اہل ایمان کو دربارِ مصطفیٰ ﷺ کا ادب سکھایا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت بتائی اور حکم دیا کہ جو نبی محبوب مکرم ﷺ تم میں سے کسی کو طلب فرمائیں تو فوراً بلا حیل و حجت تمام کام ترک کر کے بارگاہِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہو جایا کرو اور صدائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغامِ خدا سمجھو کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۳) اور رسول اللہ ﷺ جو تمہیں بلاتے ہیں تو زندگی عطا فرمانے

کیلئے بلاتے ہیں۔ وہاں سے تمہیں روحانی عروج میسر آتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتے ہوئے حیاتِ جاودانی حاصل کر سکتے ہو۔



وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ (سورة الانبیاء۔ آیت ۱۰۷)

"(اے محبوب علیک السلام) ہم نے تمام جہانوں کیلئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا۔"

رب کائنات جل شانہ نے اپنے لیے رب العالمین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے رحمتہ للعالمین فرمایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار کیلئے بھی رحمت ہیں؟ کا جواب خود کلام الہی میں ملتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے۔



وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ط (سورة الانفال۔ آیت ۳۳)

"اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ ان (کافروں) پر عذاب کرے، جب تک (اے محبوب ﷺ) آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔"

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے بخاری شریف کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ الْخ "یعنی اے اللہ تعالیٰ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے، تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پہ لا۔" تو تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا کہ یہ بات کہنے والا انضر بن حارث تھا۔ (تفسیر مظہری جلد پنجم)

پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے صدقہ سے کفار بھی دنیا کے اندر ایسے اجتماعی عذاب سے محفوظ رہے۔ آیت مبارکہ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۱۰۷ میں علماء کرام نے بڑے نفیس نکات بیان فرمائے ہیں کچھ اختصاراً عرض کئے جاتے ہیں۔

- (۱) یہ کہ رحمت کون ہے، اس کا جواب اَرْسَلْنٰكَ میں فرمایا کہ رحمت آپ ہیں۔
- (۲) کب سے کب تک اور کس کس پر رحمت ہے۔ یہ سب عالمین میں فرمادیا کہ جب سے اور جب تک عالم ہے اور عالمین کا اطلاق جن پر بھی ہوتا ہے وہ سب رحمت میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ، سب لفظ عالمین میں شامل ہیں۔ خواہ جانور ہوں یا انسان، درخت ہو یا پتھر، جن ہو یا فرشتے غرضیکہ ہر شے (ماسوا اللہ تعالیٰ کے) لفظ عالمین میں داخل ہے۔

آپ خود ارشاد فرماتے ہیں: اَرْسَلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مُسلم) "یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" تو جب رسالت کل مخلوق کیلئے عام ہے تو رحمت بھی عام سارے جہانوں کیلئے عام ہے۔ پھر کسی بھی راحم (رحمت کرنے والے) کیلئے چار باتیں لازم ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے، رحم کرنے والا زندہ ہو، مردہ نہ ہو، مردہ رحم نہیں کر سکتا، بلکہ وہ رحم کا طالب و مستحق ہے، لہذا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہ ہوں تو رحمت للعالمین نہیں ہو سکتے، جبکہ یہ بات رحمت للعالمین قرآن سے ثابت ہے۔ لہذا حضور ﷺ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۲) یہ کہ راحم کیلئے ضروری ہے کہ مرحوم (جس پر رحم کیا گیا) کے حال سے واقع ہو مثلاً زید مظلوم ہے، وہ عمرو کے پاس طلب رحمت کیلئے آتا ہے، جب تک عمرو زید کو اپنے حال سے مطلع نہ کرے گا، زید اُس پر رحم نہیں کر سکتا، کیونکہ اُسے تو علم ہی نہیں کہ عمرو مظلوم بھی ہے کہ نہیں یا کسی کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس لیے راحم کیلئے واقف حال ہونا بھی ضروری ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو علم عطا نہ فرمائے تو راحم کیسے ہوں گے؟ جبکہ خدائے لم یزل خود فرماتا ہے کہ میں نے تم کو رحمت للعالمین بنایا۔

(۳) یہ کہ رحم کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ مثلاً اگر کسی مظلوم کو کوئی مار رہا ہے تو راحم میں اتنی قوت و اختیار ضروری ہے کہ ظالم سے مظلوم کو بچا سکے، ورنہ وہ اس پر رحمت کرنے والا

نہ کہلا سکے گا۔

(۴) یہ کہ وہاں تک رسائی بھی ہو، مثلاً اگر کئی میل کے فاصلہ پر کوئی ظالم کسی پر ظلم کر رہا ہے۔ اگر یہ راحم وہاں موجود ہوتا تو ظالم کو وہ روکنے پر قادر تھا۔ لیکن دور ہونے کی وجہ سے روک نہیں سکتا۔ اس لیے یہ راحم اس مظلوم کیلئے راحم نہیں کیونکہ اُس پر رحم نہ کر سکا۔ جبکہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ ثابت ہوا کہ عطاے خدا سے یہ تمام صفات رحمت للعالمین حضور خاتم الانبیاء ﷺ میں پائی جاتی ہیں۔

(ملخصاً از مقالاتِ کاظمی جلد نمبر ۱، و شانِ حبیب الرحمن)

اس میں یہ ضروری نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی لحاظ سے ہی ہر جگہ موجود ہوں، بلکہ حکمی لحاظ سے بھی ممکن ہے۔ مثلاً سورج ایک جگہ موجود ہونے کے باوجود کم و بیش نصف زمین کو روشن رکھتا ہے۔ تو اگر محبوب کبریاء ﷺ کا پھیلا یا ہوا نور (علم و حکمت) اگر پوری کائنات (ماسواء اللہ) کو کفایت کرے، تو مقام تعجب نہیں۔

آیت مبارکہ کی اس تشریح کی روشنی میں "پادری ولیم مسیح سیالکوٹی" کے وہ تمام اعتراضات (جو کہ صفحہ 11 پر مذکور ہیں) حَبَاءً مَّنْشُورًا (تہس نہس) ہو جاتے ہیں کہ جن پر اُسے بڑا ناز تھا۔



لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ (سورة التوبہ۔ آیت ۱۲۸)

"بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے (اور) مومنوں پر بہت کرم کرنے والے مہربان ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی مختلف صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ رسول خدا بن کر تشریف لائے (معاذ اللہ) خدا یا خدا کے بیٹے نہیں، بلکہ تم انسانوں میں سے ہی تشریف لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تم پہ پڑنے والے مصیبت بھی پریشانی کا باعث ہے۔ تمہارے لیے بہت چاہنے والے ہیں اور ایمان والوں کیلئے تو خاص مہربان ہیں۔ یعنی یہ نبی اکرم ﷺ اپنوں، بیگانوں سب کیلئے مہربان ہیں۔ میدان طائف میں نابکارانِ قوم نے حضور سرور کائنات ﷺ کو سخت ذہنی اور جسمانی تکالیف پہنچائیں۔ ان بدبختوں نے آنحضور ﷺ پر اتنے پتھر برسائے کہ تمام جسم انور لہو لہان ہو گیا۔ اگر حضور ﷺ چلتے تو پائے اقدس پر پتھر مارتے۔ جب شدتِ تکلیف سے جان کائنات ﷺ بیٹھ جاتے اور اپنے ہاتھ اپنے پاؤں پر رکھ لیتے تو وہ بدبخت آگے بڑھ کر پھر کھڑے کر دیتے اور چلنے پر مجبور کر دیتے۔ یونہی خواجہ کونین ﷺ قدم مبارک اٹھاتے تو وہ بدبخت و نابکار لوگ پتھروں کی بارش کر دیتے اور ساتھ ساتھ ہنسی مذاق بھی اڑاتے تھے۔

جب وہ بدبخت تھک ہار کر واپس چلے گئے، تو صحابہ کرام (جو خود بھی زخمی ہو چکے تھے) نے عرض کیا کہ ان گستاخوں کے حق میں بددعا ہی فرما دیجئے۔ خدائے لم یزل کی طرف سے "ملک الجبال" (پہاڑوں پہ مامور فرشتہ) بھی حاضر خدمت ہوا بحکم خدا اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس قوم کو پکڑ کر رکھ دوں۔ مگر اس پر رحیم و کریم آقا ﷺ نے جودعا کی وہ یوں تھی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ لِقَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی میرے مولا! اس میری قوم کو ہدایت فرما دے، ان کو علم نہیں کہ ہم کس سے بدسلوکی کر رہے ہیں۔

جنگِ بدر میں حضرت عباس کفار مکہ کے ساتھ قید ہو کر مسلمان کے ہاتھ آئے۔ ان تمام قیدیوں کے پاس پاؤں رسیوں سے باندھے ہوئے تھے۔ یہ کفار شیعہ رسالت کو گل کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ ان کا سب سے بڑا ہدف ذاتِ فخر و عالمِ رسول اکرم ﷺ تھی۔ مگر آج وہ خود قیدی ہیں۔ رات کے وقت صحابہ کرام نے محسوس کیا کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ بے

چین ہیں، بصداد عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پریشان کیوں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ یہ میرے قریب کے مکان والے قیدی عباس کے کراہنے کی آواز نے میری نیند اڑادی ہے۔ اس لیے بے چین ہوں۔ جان نثارانِ رسالت مآب ﷺ فوراً اٹھے اور حضرت عباس کی بندشوں کو ڈھیلا کر دیا، جب آواز آنا بند ہوگئی تو فرمایا اب تو عباس کی آواز نہیں آتی۔ غلاموں نے عرض کیا کہ حضور ہم نے اُن کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا ہے اور وہ سو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ ان تمام قیدیوں کی رسیوں کو ڈھیلا کر دو۔ (سبحان اللہ)

فتح مکہ کے وقت جو جان کے دشمنوں سے سلوک فرمایا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو حضور پر نور سرورِ کائنات جانِ عالم ﷺ کی مبارک زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ملیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنی جان کے بدترین دشمنوں کو بھی کمالِ عفو و درگزر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے معاف فرما دیا۔ آپ کو حضور رحمتِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے کسی بھی ذاتی دشمن سے انتقام لیا ہو۔



سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْأَيْنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ① (الاسراء - آیت 1)

"پاک ہے وہ ذات، جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔" اس آیت کریم میں نعتِ مصطفیٰ ﷺ بڑے شاندار طریقے سے بیان فرمائی گئی ہے اور اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ رب العزت جل شانہ میں حاضر ہوتے ہیں تو بندہٗ خدا بن کر اور جب بندگانِ خدا کے پاس تشریف لاتے ہیں تو رسول

خدا بن کر، برہان خدا بن کر، مبشر و نذیر بن کر، سراج منیر بن کر، ایک عام انسان جب اپنے اُستاد یا والد کے پاس جاتا ہے تو فرمانبردار شاگرد یا بیٹا بن کر لیکن جب وہی اپنے شاگرد یا اپنے بیٹے کے پاس جاتا ہے تو اُستاد یا باپ بن کر۔

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو جہاں بہت سے دوسرے معجزات و خصائص سے نوازا، وہاں معراج النبی کی صورت میں بھی ایک ایسا عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا جو کہ نبوت خیر الانام ﷺ کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

واقعہ معراج اعلان نبوت کے گیارہ سال اور تقریباً پانچ ماہ بعد ۲۷ رجب المرجب پیر کی شب کو پیش آیا۔

صبح کو جب حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل مکہ کے سامنے رات کے انتہائی قلیل حصہ میں نہ صرف بیت الحرام سے بیت المقدس تک بلکہ ملکوت السموات کی سیر کا بھی ذکر فرمایا تو خود کافروں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آج رات ہم نے ان کو مکہ مکرمہ میں دیکھا۔ صبح طلوع آفتاب سے قبل بھی اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ یہ آج تک بیت المقدس گئے بھی نہیں اور ہم وہاں کی چپہ چپہ سرزمین سے واقف ہیں۔ انہوں نے دعویٰ تو کر دیا کہ میں آج رات بیت المقدس کی سیر کر کے آیا ہوں۔ مگر یہ ہمارے سوالات کی تاب نہ لاسکیں گے۔ ان کے اس دعویٰ کی وجہ سے ہمارے ہاتھ ان کی ایسی کمزوری آگئی ہے کہ اب ہم اسے پورے زمانہ کے سامنے جھوٹا ثابت کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے نکلے تاکہ لوگوں کو اس واقعہ عجیبہ سے مطلع کریں تو ابو جہل سے ملاقات ہوئی فرمایا: "آج رات میں بیت الحرام سے بیت المقدس تک سیر کر کے آیا ہوں۔" ابو جہل یہ سنتے ہی ٹھٹھک گیا۔ دوسرے ہی لمحے اُس کے ذہن میں کوئی خیال آیا۔ فوراً بولا: محمد (ﷺ) تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا ہاں رات کے قلیل حصہ میں۔ میں نے سب کچھ دیکھا۔ ابو جہل بولا کیا اپنی قوم کے

سامنے اس بات کا اقرار کریں گے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں، دراصل ابو جہل نے سمجھا تھا کہ دعویٰ تو کر دیا، مگر کما حقہ ثبوت پیش نہ کر سکیں گے، اس لیے کہیں معاذ اللہ! مگر نہ جائیں، چنانچہ وہاں کھڑے ہی ابو جہل نے چلانا شروع کر دیا اور چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کرنے لگا۔ عجیب بات تھی کہ آج تک تو وہ لوگوں کو حضور پر نور ﷺ کی باتیں سننے سے روکتا تھا۔ مگر آج خود لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ درحقیقت وہ لوگوں کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (معاذ اللہ) دروغ گو ثابت کرنا چاہتا تھا، جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو ابو جہل بولا: "محمد (ﷺ) اب وہی کچھ کہو، جو مجھے کہہ چکے ہو۔" حضور اکرم ﷺ نے اُن کو واقعہ گزشتہ سے مطلع فرما دیا، تو تمام حیران رہ گئے۔

کفار مکہ تو تکذیب و تمسخر کے درپے تھے، کہنے لگے ٹھیک ہے ہم نے آسمان تو نہیں دیکھے لیکن مسجد اقصیٰ تو کئی بار دیکھی ہے۔ آپ ہمیں مسجد اقصیٰ کے متعلق بتائیں۔ کفار مکہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر سوال کر رہے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ اُن کے ہر سوال کا مسکت جواب دیتے جا رہے تھے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے مسجد اقصیٰ کو اتنا قریب کر دیا تھا، جتنا کہ مسجد بیت الحرام سے عقیل بن ابی طالب کا گھر خولجہ کو نین حضور سرور کائنات ﷺ اُس کا ایک ایک ستون ایک ایک دروازہ ایک ایک کھڑی اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور بلا تکلف جوابات ارشاد فرما رہے تھے۔

کفار حیران و سرگردان تھے کہ آخر یہ بیت المقدس کبھی گئے بھی نہیں، پھر بھی سب کچھ بتا رہے ہیں۔ پھر کفار نے ایک اور سوال داغ دیا جو ان کے نزدیک بڑا دوزنی سوال تھا کہ بتاؤ ہمارے قافلے تجارت کیلئے ملک شام کی طرف گئے ہوئے ہیں، تم جو ان راستوں سے گزر رہے ہو تو بتاؤ ہمارے قافلوں کا کیا حال ہے اور وہ کہاں ہیں؟ جواباً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی کا نام لے کر فرمایا: بنی فلاں کے قافلہ پر میں مقامِ رواہر گزرا تھا، اُن کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ تلاش کر رہے تھے، میں نے اُن کو اونٹ کی خبر دی، وہ لوگ آئیں، تو ان سے دریافت

کر لینا۔ کفار نے کہا ٹھیک ہے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: "میں بنی فلاں کے قافلہ پر بھی گزرا (پھر دو آدمیوں کے نام لیے جو راوی کو یاد نہیں رہے) وہ دونوں مقامِ ذی طویٰ میں ایک اونٹ پر سوار تھے (میں تیزی سے اُن کے قریب سے گزرا تو) اُن کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا اور وہ دونوں سوار گر پڑے، جس سے فلاں آدمی کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب وہ آئیں تو اُن سے دریافت کر لینا۔ کفار نے کہا یہ دوسری عظیم نشانی ہوئی۔ پھر کفار نے اپنے ایک اور قافلہ کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قافلہ مقامِ تنعیم میں مجھے ملا۔ کفار نے سوال کیا کہ اُس قافلے کے اونٹوں کی گنتی بتائیے اور ان میں کون کون لوگ ہیں اور یہ بھی بتائیے کہ قافلہ کیا مال لا رہا ہے؟ اُس کی ہیئت کیا ہے؟ وہ کب پہنچے گا؟ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قافلہ کی مکمل ہیئت و تعداد سے ان کو مطلع فرما دیا اور پھر یہ فرمایا کہ اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو دھاری دار بویاں لدی ہوئی ہیں اور یہ قافلہ صبح سورج طلوع ہوتے ہی مکہ میں پہنچ جائے گا۔ وہ بولے ٹھیک ہے، یہ تیسری نشانی ہوئی۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ دوسرا قافلہ پرسوں بروز بدھ غروب آفتاب سے قبل آجائیگا۔ کفار مکہ تیزی سے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) نے ایک عظیم خبر دی ہے۔ وہ کدی نامی پہاڑی پر آ بیٹھے اور انتظار کرنے لگے کہ کب سورج نکلے اور ہمیں تکذیب کا بہانہ ملے۔ ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا خدا کی قسم سورج نکل آیا۔ اُسی لمحے اُن کا ہی دوسرا آدمی چلایا ادھر دیکھو خدا کی قسم قافلہ بھی آ گیا۔ سب کی نگاہیں قافلہ کی طرف اٹھ گئیں۔ ارشاد مصطفیٰ ﷺ کے مطابق آگے آگے وہی خاکستری رنگ کا اونٹ تھا۔ اوپر وہی دھاری دار دو بویاں تھیں۔ اونٹوں کی تعداد اور افرادِ قافلہ بعینہ وہی تھے۔ جن کے متعلق پہلے خبر دی جا چکی تھی۔ بدھ کا روز آیا، تو دوسرا قافلہ بھی شام سے پہلے آ گیا اور سب اہل قافلہ نے ان تمام باتوں کے متعلق لفظ بلفظ وہی کچھ بتایا جو کہ حضور خواجه کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے بتا چکے تھے۔ اس کے باوجود اکثر کفار ایمان نہ لائے اور بولے (معاذ اللہ) یہ بہت بڑا جادو ہے۔

حافظ ابی نعیم اصفہانی نے علائک النبوة میں حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا تو۔ قیصر روم نے تحقیقِ حال کیلئے ابی سفیان کو اپنے دربار طلب کیا۔ ابوسفیان اس وقت شدید ترین کافر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا۔ جب ابی سفیان، اپنی کوشش کے باوجود حضور ﷺ کی عزت قیصر روم کی نگاہ سے نہ گرا سکا تو بولا اے بادشاہ! میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں کہ اُس مدعی نبوت کا جھوٹ تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کیا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات ارس حرم (خانہ کعبہ) سے چلا اور ایلیا (بیت المقدس) آیا اور اُسی رات صبح سے پہلے مکہ واپس پہنچ گیا۔ ابی سفیان کا قول ہے کہ جب میں یہ بتا رہا تھا، تو اُس وقت عیسائیوں کا پیشوا اور مسجد اقصیٰ کا سب سے بڑا پادری قیصر روم کے پاس کھڑا تھا، اس پادری نے کہا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تجھے کیا علم ہے؟ اس نے کہا میری عادت ہے کہ میں روزانہ رات کو سونے سے قبل مسجد اقصیٰ کے تمام درازے بند کر دیا کرتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے، مگر باوجود شدید کوشش کے ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور ملازمین کو بلایا، سب نے پوری طاقت صرف کی، مگر دروازہ نہ ہلا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی پہاڑ کو اُس کی جگہ سے دھکیل رہے ہیں۔ بالآخر میں نے حکم دیا کہ بڑھئی کو بلایا جائے۔ بڑھئی نے دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) اوپر کی عمارت نیچے آ گئی ہے اور دروازہ پر اس کا بوجھ پڑ گیا ہے۔ اس لیے رات کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ کر ہم آ گئے۔ صبح جب میں وہاں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں اور گوشہ مسجد والے پتھر میں سوراخ تھا اور جانور باندھنے کا نشان بھی تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج رات اس دروازہ کا کھلا رہنا صرف نبی معظم (ﷺ) کیلئے تھا۔ یقیناً اس نبی معظم (ﷺ) نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی ہوگی۔

واضح ہو کہ عیسائی آنحضرت ﷺ کے مسجد اقصیٰ تک جانے اور آسمانوں کی سیر کرنے کا واقعہ انکار کرتے ہیں (کہ آسمان پر جانا ممکن نہیں) تعجب ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو عیسائیوں کے اپنے اس عقیدے کا کیا بنے گا کہ "یسوع مسیح تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔" انجیل میں ہے۔

"غرض خداوند یسوع کو ان سے، کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا، اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا۔" (مرقس کی انجیل، باب ۱۶-۱۹)

"جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا، تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔" (لوقا، باب ۲۴-۵۱)



لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور- آیت ۶۳)

"رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو ایسا نہ سمجھو کہ جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔"

اس آیت کریمہ میں بارگاہِ نبوی ﷺ کا ادب سکھایا جا رہا ہے۔ صاحبِ رُوح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی دو تفسیریں ہیں۔ پہلی یہ مراد ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو پکارنا، آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح نہ سمجھو، یعنی اے محمد، اے احمد، اے بھائی، اے دوست وغیرہ نہ کہو، بلکہ یوں عرض کرو: یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ (ﷺ) اور دوسری تفسیر یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کا بلانا آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ ان کے بلانے کا جواب دو یا نہ دو، نہیں، بلکہ جب بھی اور جس حالت میں بھی تم ہو، فوراً حاضر ہو جایا کرو، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔

اس کی تفسیر ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نداء و دعا مصطفیٰ ﷺ کو عام شخص کی نداء یا دعا کی

طرح نہ جانو، بلکہ یہ تو محبوب (علیہ السلام) ہیں کہ اگر مردوں کو پکاریں تو فوراً زندہ ہو کر لبیک کہیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غزوہ خندق کے موقع پر کی گئی دعوت کے دوران فوت شدہ بچوں کے زندہ ہونے روزِ خیبر بکری کے پکے ہوئے گوشت کے کلام کرنے اور ایسے ہی بہت سے واقعات شاہد ہیں اور یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شان کے مالک ہیں کہ اگر چاند کو اشارہ کریں تو فوراً حکم مانے۔ اگر کسی درخت کو دربارِ عالیہ میں طلب فرمائیں، تو اُس درخت میں مجال انکار نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور پر نور سرور کائنات ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اثنائے سفر میں ایک بدوی حاضر خدمت ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اس پر کون گواہی دیتا ہے؟ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ درخت اور ساتھ ہی اُس درخت کو طلب فرمایا جو وادی کے دوسرے کنارے پر کھڑا تھا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے تین بار اُس سے اپنی صداقت کی گواہی طلب فرمائی اُس درخت نے ہر بار (فصح زبان سے) گواہی دی کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں برحق ہے۔ پھر درخت واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

(مشکوٰۃ باب فی العجرات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ میں ایک بدوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت فیض درجات میں حاضر ہوا اور بولا کہ میں کیونکر پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اُس کھجور کی شاخ کو بلا لوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اُس نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس شاخ کو اشارہ کیا تو وہ فوراً درخت سے اترنے لگی، یہاں تک کہ وہ زمین پر گر گئی اور پھدکنے لگی۔

حافظ ابی نعیم اصفہانی کی روایت میں ہے کہ وہ شاخ سجدہ کرتی اور سر اٹھاتی حاضر

خدمت ہوئی اور حضور انور ﷺ کے سامنے سیدھی کھڑی ہو گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جا واپس چلی جا، حکم پاتے ہی واپس اپنی جگہ جا کر درخت سے لگ گئی۔ یہ دیکھ کر اُس اعرابی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج: ثانی)

ایسے ہی درختوں، پتھروں اور وحشی جانوروں کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔



النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب - آیت ۶)

"نبی کریم ﷺ ایمان والوں کی جان کے ان سے زیادہ مالک ہیں، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج (مطہرات) ان (اہل ایمان) کی مائیں ہیں۔

اُولٰی کے معنی قریب بھی ہیں اور زیادہ حق دار بھی۔ مفسرین کرام کے نزدیک یہاں تینوں معنی درست ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہم پر بادشاہ، ماں باپ تمام انسان، بلکہ خود اپنی ذات کے حکم سے بھی زیادہ نافذ العمل ہے۔ وہ شخص اسلام میں رہتا ہوا بھی عبادت کا صحیح لفظ نہیں اٹھا سکتا، جو اپنے جسم و جان، روح و قلب کو حضور نبی کریم ﷺ کی سچی غلامی میں نہیں دے دیتا۔ ایک سچے مسلمان کی سب سے بڑھ کر یہ علامت ہے کہ اُس کا ہر قول و فعل حکم سرور کائنات ﷺ کے تابع ہو۔ اس آیت کریمہ میں دوسری اس بات کی وضاحت فرمائی گئی کہ حضور سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات ایمان والوں کی (روحانی) مائیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری و رحلت مبارکہ کے بعد ان سے شادی کرنا حرام ہے۔ ان کی گستاخی بدترین جرم ہے۔ لیکن چونکہ یہ نسبتی مائیں نہیں۔ اس لیے ان کے بھائی ایمان والوں کے ماموں، یا ان کی ہمشیرائیں ایمان والوں کی خالائیں نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی آل و اولاد ایمان والوں کے بھائی بہن نہیں، بلکہ اُن کی نسل پاک کا چھوٹا سا بچہ بھی صحیح العقیدہ مسلمان کے نزدیک باعثِ صد عزت و احترام ہوگا، کیونکہ وہ اُن کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک سے متعلق ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے پچہ پچہ نور کا تو ہے نور عین، تیرا سب گھرانہ نور کا لیکن اگر معاذ اللہ وہ سید زادہ بے دین ہو جائے تو تب قابل احترام نہیں، کیونکہ تعلق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایمان شرط اول ہے۔ نسبتاً ابولہب قریبی ہوتا ہوا بھی قابل نفرت ہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور کے ہوتے ہوئے بھی ایمان داروں کے نزدیک دل و جان سے پیارے ہیں۔



لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورة الاحزاب۔ آیت ۲۱)

"بے شک رسول اللہ ﷺ کی (مبارک زندگی) تم لوگوں میں (سے) اُس کیلئے بہترین نمونہ ہے جو کہ قیامت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں ہر اُس شخص کو کہ جو بھی سچے دل سے اللہ تعالیٰ جل شانہ اور قیامت پر یقین رکھنے والا ہے، فرمایا گیا ہے کہ تمہارے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی مقدس زندگی ایک کامل ترین نمونہ ہے۔ تم بحیثیت مسلمان وزیر ہو یا حاکم، مالدار ہو یا غریب، صاحب خانہ ہو یا تارک الدنیا، یتیم پرور، حاکم ہو یا محکوم، شہری ہو یا دیہاتی، سپاہی ہو، یا کمانڈر، باپ ہو یا لخت جگر، غرضیکہ جو بھی ہو، اگر چاہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی سے رہنمائی مل جائے گی اور اسی میں خدائے لم یزل کی رضا بھی ہے۔

تو اب اس آیت کریمہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ محبوبِ مکرم ﷺ کی مبارک زندگی ایک ایسی انوکھی اور شاندار زندگی ہے کہ ہر (صالح) شخص اسے اپنے لیے مثال بنا سکتا ہے۔ ایسی مکمل ترین سیرت زمانے میں کسی کی نہیں گزری۔ بطور مثال دیکھیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک و مقدس زندگی ترک دنیا میں گزری، حتیٰ کہ مکان تک نہ بنایا اب ایک تارک الدنیا شخص تو ان کی پیروی کر سکتا

ہے، مگر قاضی یا بادشاہ اپنے لیے اُن کی زندگی کی مثال نہیں بنا سکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب زندگی میں میاں، بیوی، اولاد، بہن بھائیوں، ماں باپ اور اعزا و اقربا سے سلوک، میدان جنگ میں جہاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہ ملنے گا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی شاہانہ زندگی کو صاحب حکومت و سلطنت تو مثال بنا سکتا ہے، مگر فقیر و بے نوا نہیں۔ (علیٰ ہذا القیاس)

لیکن شفیع معظم جان کائنات رحمت عالم ﷺ کی مبارک زندگی ایسی مکمل ہے کہ اگر تم بادشاہ ہو تو فاتح مکہ مکرمہ کی مبارک زندگی دیکھو، اگر سپہ سالار ہو تو میدان بدر میں لا جواب طریقے سے فوج لڑانے والے کی طرف دیکھو۔ اگر سپاہی ہو تو حنین کے دن ہاتھ میں تلوار پکڑ کر کفار کو لٹکانے والے کی طرف دیکھو۔ اگر تارک الدنیا ہو تو غار حرا میں عبادت گزر کو مد نظر رکھو۔ اگر سلطان وقت ہو تو سلاطین زمانہ کی طرف پر وقار خطوط لکھوانے والے (علیہ السلام) کی طرف دیکھو۔ اگر صاحب دولت ہو تو ملاحظہ کرو کہ ربیعہ بنت معوذہ چند لکڑیاں (تروغیرہ) لے کر حاضر خدمت فیض درجت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو لپ بھر کر سونا عطا فرمایا۔ (ترمذی)

ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا کہ یا محمد ﷺ آپ تو بڑے مالدار ہیں۔ ارشاد فرمایا: بھی تم نے ہمارا کیا مال دیکھا؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آ رہا تھا، راستہ میں جنگل سے گزرا دیکھا کہ جنگل بکریوں سے بھرا پڑا ہے۔ اتنا بڑا ریوڑ آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس قدر بکریاں بھلا کس کی ہو سکتی ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آدمی کی بات سنی تو مسکرا پڑے۔ پھر ارشاد ہوا کہ وہ بکریاں تجھے اچھی لگتی ہیں؟ وہ بولا جی ہاں: تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جاؤ وہ تمام بکریاں ہم نے تجھے عطا فرمادیں۔ وہ آدمی اپنے قبیلہ والوں کی طرف بھاگا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا: "اے میرے قبیلہ والو! مسلمان ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کی قسم، محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ غریبی کا خوف نہیں فرماتے (شرح قصیدہ بردہ)"

اسی طرح اگر تمہارا تعلق تعلیم و تدریس کے ساتھ ہے تو مسجد نبوی شریفہ میں قائم اُس

یونیورسٹی کے بانی و معلم کی طرف دیکھو کہ جس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل صدیق و فاروق اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے انداز جہاں بانی رکھنے والے دانشور ہیں جس یونیورسٹی میں ایک دیہاتی اور بے علم آتا ہے تو ایک ہی نظر میں اُستادِ زمانہ بنا دیا جاتا ہے اور اگر کوئی گم کردہ راہ آیا، تو فیضِ صحبت سے رہبر و رہنما بنا دیا جاتا ہے۔

ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جوراہِ پراوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
یونہی اگر تم باپ ہو تو حضرت رقیہ، زینب، اُم کلثوم و فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہن
کے والدِ گرامی قدر کو دیکھو۔ اگر تم سربراہِ خاندان ہو تو خاندانِ نبوت کے سربراہ (علیہ الصلوٰۃ
والسلام) کی طرف دیکھو۔

اگر تم سربراہِ خاندان نہیں، بلکہ فردِ خاندان ہو تو مسجدِ نبوی شریفہ کی تعمیر کے وقت انیٹس اٹھانے والے محبوبِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو اور اگر تم کسی کی اولاد ہو اور جاننا چاہتے ہو کہ ماں باپ کی خدمت کیسے کروں، تو چشمِ تصور سے ذرا دیکھو کہ ایک جگہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت تقسیم فرما رہے ہیں۔ سائل حاضر خدمت ہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرما رہے ہیں کہ اتنے میں ایک عورت حاضر خدمت ہوتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نفیس نفیس اس بڑھیا عورت کے استقبال کیلئے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دستِ مقدس سے اس کا ہاتھ تھام کر بڑے احترام کے ساتھ اپنی جائے نشست پر لاتے ہیں اور اپنے سر سے چادر اتار کر زمین پر بچھا دیتے ہیں اور اس عورت کو اپنی چادر پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ بڑے احترام اور محبت سے گفتگو فرماتے ہیں۔ پھر وہ بڑھیا عورت چلی جاتی ہے۔

اس حدیثِ پاک کے راوی فرماتے ہیں کہ اس بڑھیا عورت کے چلے جانے کے بعد میں نے صحابہ کرام سے عرض کیا کہ یہ مائی صاحبہ کون تھیں کہ جن کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا احترام فرمایا؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ یہ عورت وہ تھی کہ جس نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت

بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ سبحان اللہ تعالیٰ! اگر دودھ کی ماں کا یہ احترام ہے تو پھر اصل ماں کا کیا احترام ہوگا؟ معاذ اللہ میں مقابلہ نہیں کر رہا۔ بلکہ اس ضمن میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ انجیل میں ماں کی عزت کا تصور کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ "یوحنا کی انجیل" کی یہ عبارت ہے:

"پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں، وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت دی اور جب مے ہو چکی، تو یسوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس مے (شراب) نہیں رہی۔ یسوع نے اُس سے کہا: اے عورت! مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔" (باب ۲-آیت ۴ تا ۵)

کیا موجودہ انجیل سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے احباب اور اصحاب اور شادی کے موقع پر بہت سے دوسرے افراد کی موجودگی میں اپنی والدہ کو جواب دینے کی بجائے سختی سے جھڑک دیا اور ماں کہنا بھی گوارا نہ کیا، بلکہ "اے عورت!" کہا اسی انجیل کے باب ۱۹ میں ہے۔

"یسوع نے اپنی ماں اور اس شاگرد کو جس سے محبت رکھتا تھا، پاس کھڑے دیکھ کر ماں سے کہا کہ اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔ پھر شاگرد سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے اور اُس وقت سے وہ شاگرد اُسے اپنے گھر لے گیا۔" (آیت ۲۶-۲۷)

اس جگہ بھی والدہ کو ماں نہیں عورت کہہ کر ایک شاگرد کے حوالہ کیا گیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کیا ہمارے مسیحی بھائی اپنی اس انجیل کی تعلیم کے مطابق اپنی ماؤں سے یہی سلوک کرتے ہیں؟ اور اس ناروا سلوک کو اپنے نبی کی سنت سمجھ کر اپناتے ہیں؟ یا کیا انجیل کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے ماں باپ کے ساتھ احترام سے پیش آتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تاثر موجودہ انجیل نے دیا ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک یوں نہیں، بلکہ قرآن پاک کی سورہ مریم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِمَا يَتَّبِعُنِي يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَفِيعًا ﴿۳۱﴾ (سورہ مریم- آیت ۳۲)

"(اللہ تعالیٰ جل شانہ نے) مجھے اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا بنایا۔ مجھ کو جبار یا بد بخت نہ بنایا۔"
گویا کہ قرآن پاک عیسیٰ علیہ السلام کی شان بیان فرما رہا ہے، جبکہ موجودہ انجیل سے
عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيِّينَ ط (الاحزاب - آیت ۴۰)

"حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے (نسبتی، جسمانی) باپ نہیں، ہاں
(البتہ) اللہ تعالیٰ کے (برگزیدہ) رسول اور تمام انبیاء (علیہم السلام) کے بعد تشریف لانے
والے ہیں۔"

حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بحکم خدائے بزرگ و برتر، شادی
فرمائی تو بعض کفار نے اعتراض کیا۔ اُن کے جواب میں فرمایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لیے
وہ مردوں میں داخل نہیں اور آپ خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف صاحبزادیاں ہی ہیں، پس لہذا جب
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مرد کے (نسبتی یا جسمانی) باپ ہی نہیں، تو پھر اُس کی مطلقہ بیوی سے
نکاح کرنا کیوں ناجائز ٹھہرا۔ گویا کہ اعتراض رسول خدا علیہ السلام کی ذات پر ہو تو جواب خود
پروردگار عالم نے دیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

خیال رہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم محمد قرآن پاک میں چار جگہ، مذکور ہوا۔ ایک تو
اسی جگہ ایک سورۃ فتح میں مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ ایک سورۃ محمد میں کہ بِمَا نَزَّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ اور
ایک سورۃ آل عمران میں کہ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَّسُولٌ عجب بات ہے کہ اس اسم مبارک محمد

کے حروف بھی چار ہیں اور اسم ذات اللہ کے حروف بھی چار ہیں۔ محمد کا معنی ہوتا ہے ہمیشہ تعریف کیا ہوا" کہ جس کی تعریف پر تعریف کی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ۔ آپ علیہ السلام کے اسم مبارک کی عین مظہر ہے۔ بدترین دشمن بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ آج تک دنیا میں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ پر جتنی بھی کتابیں اپنوں اور بیگانوں نے لکھی ہیں۔ اس موضوع پر اس قدر کتب کسی بھی شخصیت کے حق میں نہیں لکھی گئیں۔ مشہور اور متعصب مستشرق سیرت نگار مارگولیتھ MORGALOUTH اپنی تصنیف "محمد" MUHAMMAD کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔"

سکھوں کے گرد ناک صاحب نے اسم محمد (ﷺ) کے متعلق ایک عجیب و پر لطف انداز سے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے لکھا ہے۔

نام لیو جس پکش کا کرو چوگناتا دو ملاؤ پنج گن کرد کاٹو بیس بنا
نانک بچے سو نو گئے دو اس میں ملا اس بدھر کے نام سے نام محمد بنا
یعنی کسی بھی نام کے بلحاظ ابجد عدد نکالیں اور ان کو چار سے ضرب دے کر دو جمع کر کے حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دے کر مجموعہ کو بیس پر تقسیم کر دو، جو باقی بچے اسے نو سے ضرب دے کر دو جمع کر دو تو ۹۲ جواب آئے گا اور ۱۹۲ اسم محمد ﷺ کے اعداد ہیں۔ اس طرح بابا گرو ناک نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا و مافیہا میں اسم محمد ﷺ کا ظہور ہے۔ جس طرح کسی نے کہا ہے۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے
بندہ ناچیز (مؤلف کتاب) کے نزدیک تو حاصل کلام یہ ہے کہ خالق کائنات جل شانہ نے اپنے برگزیدہ بندے اور رسول ﷺ کا اسم گرامی ہی ایسا رکھا کہ ہر شخص خواہی نہ خواہی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگائے تیری ہی داستان ہے

روح البیان شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک گنہگار اسرائیلی تھا، اُس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اُسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ رب کائنات کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ میرے اس بندے کو غسل، کفن اور نماز کے بعد دفن کرو، اس لیے کہ اس نے ایک بار توریت میں اسم محمد (ﷺ) دیکھ کر اُسے بوسہ دیا تھا اور آنکھوں سے لگایا تھا، جس سے ہم نے اس کے تمام گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔

(روح البیان، سورۃ احزاب یہی آیت مبارکہ)

ایک دوسری صفت جو اس آیت مبارکہ میں حضور خواجہ کوئین ﷺ کی بیان کی گئی۔ وہ یہ ہے کہ یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے برگزیدہ رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور خود سرورِ عالم ﷺ نے خاتم الانبیاء کی تشریح یوں فرمائی۔ اَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (یعنی میں آخری نبی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

ایک اور جگہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال یوں ہے کہ جس طرح کہ ایک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے محل تعمیر کیا گیا ہو اور ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے اس کے گرد گرد گھومتے ہیں اور اس کی عمدہ تعمیر سے متعجب ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ اسکی کمی محسوس کرتے ہیں۔ پس میں نے (تشریف لاکر) اس اینٹ کی جگہ پر کر دی ہے۔ میرے ساتھ عمارت مکمل کر دی گئی ہے اور میرے آنے کے ساتھ رسول (آنے) ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے: "وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (مشکوٰۃ، بخاری، مسلم)

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ابھی (دوبارہ) تشریف لائیں گے، جب کہ حضور خاتم الرسل ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

دعویٰ نبوت کرنے والے دجال و کذاب ہوں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ضرور تشریف لائیں گے، مگر وہ پہلے والے نبی ہوں گے نہ کہ بعد والے اور اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بن کر تشریف فرما ہوں گے جیسے کہ اگر کوئی کسی شخص کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ فلاں اپنے والدین کا آخری فرزند ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوگا کہ اس کے بعد کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، لیکن اس کا یہ معنی تو ہرگز نہیں ہوتا کہ پہلے تمام گئے ہیں۔ پس اسی طرح اب جو سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ پہلے نبی ہوں گے کہ جن کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے نہ کہ بعد والے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

نبوت کا عطا فرمایا جانا مکمل ہو چکا ہے۔ خلاقِ عالم نے انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو بھی نبی ہی پیدا فرمایا تھا جیسا کہ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** والی آیت مبارکہ سے عیاں ہے۔ یوں نہیں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کہ پہلے تو اس کا کوئی پروگرام نہ ہو، پھر کسی شخص کے اچھے چال چلن دیکھ کر ارادہ فرمالے کہ چلو ٹھیک ہے ہم اسے نبی بنا دیتے ہیں۔ اس بات کا تو تصور بھی جہالت و بے دینی ہے۔ وہ خدا ہی کیا جسے اتنا بھی علم نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

حدیث مبارک میں ہے کہ "جب خالق کائنات جل شانہ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اُسے حکم ہوا کہ لکھ۔ اُس نے عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: "جو کچھ ہو چکا ہے اور جو بھی آئندہ ہونے والا ہے، سب کچھ لکھ دے۔" چنانچہ وہ سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: **وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ** ۵۹ یعنی کائنات کی ہر خشک و تر جو جب جس جگہ موجود تھی یا ہوگی، وہ سب لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے، چنانچہ یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ کون نبی کس زمانے میں کس قوم کے پاس کتنے عرصے کیلئے تشریف لائے گا، اُس کی شریعت کب منسوخ فرما کر نئی شریعت نافذ فرمائی جائے گی، پہلے کس کی تشریف آوری ہوگی اور ختم الرسل کون ہوگا؟ پس جو سچے دل سے اپنے خالق کائنات، اپنے پالنے والے

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، تو اس پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے کہ وہ خدائے لم یزل کے پورے پروگرام پر ایمان لائے اور اُس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نازل فرمودہ تمام کتب و صحائف پر اجمالی طور پر ایمان لائے اور جس بھی برحق نبی کا زمانہ اُسے نصیب ہوا، اُس پر اجمالی ہی نہیں، بلکہ تفصیلی ایمان لائے، اُس کی شریعت کی پیروی کرے، کیونکہ یہ ہی بات اُس کے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ مثلاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو پہلی شریعت میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شریعت نافذ فرمادی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور حق بھی یہی تھا، جو ایمان نہ لایا، دربارِ خداوندی میں مردود ٹھہرا۔

طائرِ وقت اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ چوپرواز رہا۔ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں آخری صاحب کتاب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی تشریف آوری ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کتاب "انجیل" کو پیش فرمایا، بہت سے نیک بخت ایمان لے آئے، مگر ایمان نہ لانے والے بد بختوں کی بھی کمی نہ تھی، حالانکہ تمام بنی اسرائیل (یہودیوں) پر لازم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے، مگر اُن کی شقاوت نے ان بد بختوں کو قعرِ مذلت میں ڈالا اور وہ اس انعام سے محروم رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام رونق افروزِ عالم ہوئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکم خدائے لم یزل کامل ترین شریعت نافذ فرمادی اور وہ دین آگیا جس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف (یعنی اللہ جل شانہ کے نزدیک پسندیدہ ترین دین اسلام ہے)

دین موسوی و دین مسیحی منسوخ فرما کر دین اسلام پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مشرکین کے ساتھ ساتھ تمام اہل کتاب بھی ایمان لے آتے، مگر ان کا تعصب آڑے آگیا اور اُن میں اکثر دولت ایمان سے محروم رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر

یہودیوں نے محض ضد کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ بعینہ حضور اقدس سید المرسلین ﷺ کی تشریف آوری پر عیسائیوں نے انکار کر دیا۔ اس جگہ اگر کسی غیر مسلم کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ کیا جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا، اُسی کو مان لیا جائے گا؟ اگر یوں ہی ہے، تو مسلمانوں نے کئی ایسے لوگوں کا انکار کیا، جنہوں نے خود کو نبی کہا تھا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عسنی، سباج، اسحاق اُخرس وغیرہ وغیرہ اور ابھی کچھ عرصہ قبل مدعی نبوت مرزا قادیانی یہ سب اہل اسلام کے نزدیک اس دعویٰ نبوت کی وجہ سے مردود ہوئے۔ اگر یہ جھوٹے نبی ہیں تو معاذ اللہ تعالیٰ یہودی عیسیٰ علیہ السلام اور یہودی و نصاریٰ دونوں حضور اکرم ﷺ کی نسبت یہ افترا کر سکتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے الزام لگایا بھی تھا۔ اس کا تفصیلی جواب تو انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ جیسا کہ ہم بفضلہ تعالیٰ پہلی کتب مساوی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی بشارت بالذلال ثابت کریں گے یہاں اختصاراً اتنا ہی عرض کیا جاتا ہے کہ حضور پر نور ﷺ سے پہلے تشریف لانے والے نبی مصدق بالنبیین (گذشتہ نبیوں کی تصدیق کرنے والے) اور مبشر بالنبیین (آنے والے انبیاء کی بشارت دینے والے) بن کر تشریف لائے ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کے متعلق بتا دیا اور یہ بات موجودہ توراۃ و انجیل میں پائی جاتی ہے۔ موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے مصنفین نے جگہ جگہ لکھا: (یہ واقعہ اس لیے ہوا) تاکہ وہ نوشتہ پورا ہو جو فلاں نبی کی معرفت کہا گیا۔ مثلاً "اعمال" میں ہے:

"بھائیو! اُس نوشتہ کا پورا ہونا ضرور تھا جو روح القدس نے داؤد کی زبانی اس یہودا کے

حق میں پہلے سے کہا تھا جو یسوع کو پکڑنے والوں کا راہنما ہو۔" (اعمال باب ۱، آیت ۱۶)

آگے یہودہ کی عبرتناک ہلاکت کا واقعہ درج کرنے کے بعد لکھا (یہ اسلئے ہلاک ہوا)

"کیونکہ زبور میں لکھا ہے کہ اس کا گھر اُجڑ جائے اور اس میں کوئی بسنے والا نہ رہے اور

اُس کا عہد دوسرا لے لے۔" (اعمال باب ۱، آیت ۲۰)

یعنی ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے

بشارت دی کہ میرے بعد نبی آئیگا اور عیسائیوں کو آنے والے نبی کا انتظار بھی تھا۔ یوحنا کی انجیل میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا، تو وہ "مددگار" تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا، تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔" (ب ۱۶-آیت ۷)

دوسری جگہ ہے: "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے، تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (ب ۱۵، ۲۹، ۳۰)

ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد تشریف لانے والے نبی کو کہ کائنات کا سردار ہوگا، کی بشارت دی، مگر سرور کائنات ﷺ نے اپنے بعد آنے والے کسی نبی کی بشارت نہیں دی، بلکہ فرمایا: "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" مزید فرمایا: "میرے بعد تیس دجال و کذاب ہوں گے۔" (جو جھوٹا دعویٰ نبوت کریں گے) یہی وجہ ہے کہ حضور خواجہ کو نین ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا ہر مدعی نبوت دجال و کذاب ہوگا، کیونکہ سید عالم خاتم الانبیاء ہیں۔



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٢٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٢٦﴾ (الاحزاب - آیت ۲۵، ۲۶)

"اے نبی (ﷺ) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا مشاہدہ کرنے والا (گواہ) بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسانے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا آفتاب بنا کر۔"

اس آیت کریم میں حضور پر نور ﷺ کی بہت سی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان کی تشریح کرنا بساط انسانی سے باہر ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ چند ایک وضاحتیں پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو ارشاد فرمایا: "اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا۔" ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ خالق تو وہی ہے نہ کہ کوئی اور، مگر اس جگہ خصوصیت سے اپنے نبی کو یوں کیوں ارشاد فرمایا۔ یہ اس لیے عام انسان کے دنیا میں آنے اور نبی کی تشریف آوری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صاحب نور العرفان ایک بہترین مثال پیش فرماتے ہیں۔ بحری جہاز میں سوار مسافر بھی ہوتے ہیں اور کپتان بھی، مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ کپتان پیسے (تنخواہ) لے کر بیٹھتا ہے، جبکہ مسافر پیسے دے کر وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسافر پار لگنے کو بیٹھتا ہے اور کپتان پار لگانے کو۔ جہاز ایک ہے، مگر سواروں کے منصب و مراتب جدا جدا ہیں۔

ہم دنیا میں آئے پار لگنے کیلئے اور نبی تشریف لائے پار لگانے کیلئے۔ "پھر انبیاء اللہ تعالیٰ جل شانہ کے خاص بندے بن کر آئے، لہذا ان پر اعتراض، گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے، اُن کی گستاخی خدائے بزرگ و برتر کی نافرمانی ہے اور ان کی اطاعت خالق کائنات کی فرمانبرداری ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، وہی خدا تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے۔

دوسرے اس آیت کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "شاہد" فرمایا گیا۔ شاہد کا معنی گواہ بھی ہے۔ یعنی شہادت دینے والا عرض بھی ہے، یعنی مشاہدہ کرنے والا محبوب بھی ہے، یہاں سبھی معنی بن سکتے ہیں۔ شاہد بمعنی گواہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٣١﴾ (سورۃ النساء)

"پس اُس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب (علیک السلام) تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔"

۲۔ شاہد، بمعنی مشاہدہ کرنے والا۔ ایک تو مذکورہ آیت مبارکہ اس چیز کی شاہد (گواہ) ہے اور اسی طرح البقرہ کی ۱۴۳۔ آیت مبارکہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہیں اور گواہی بغیر مشاہدہ کے ناممکن ہے۔ وہ مشاہدہ خواہ بالعلم ہو یا بالبصر۔ بہر حال مشاہدہ ضروری ہے۔ پھر جو

مشاہدات معراج کی شب فرمائے وہ تصورِ انسانی سے ماورا ہیں۔ جنت و دوزخ کا مشاہدہ تو شاید ان مشاہدات کی نسبت کس درجہ میں ہو، کیونکہ ان کا مشاہدہ زمین پر رہتے ہوئے بھی فرمایا۔

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صلوٰۃ الخسوف ادا فرمائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز (دستِ مبارک بڑھا کر) پکڑی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا (حالت نماز میں)

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَنَنَا وَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَا كَلِمَتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ أَفْطَعَ (مشکوٰۃ)

"میں نے جنت کو دیکھا، میں نے اس سے انگور کا ایک خوشہ لینے کا قصد کیا اور اگر میں اُس کو لے لیتا (توڑ لیتا) تو تم رہتی دنیا تک اُس کو کھاتے اور میں نے دوزخ کو دیکھا، پس میں نے اس سے بڑھ کر ہولناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ، جب جہاں، جس شے کا چاہے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔

۳۔ شاید بمعنی محبوبِ خدا: یہ معنی بھی حضور اکرم ﷺ پر عین صادق آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ جب صحابہ کرام کے پاس پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا کہ صحابہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرا کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ ایک کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ ایک نے کہا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "جو کچھ تم نے کہا

میں نے سن لیا ہے اور تم تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں یہ درست ہے اور موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے ہیں یہ بھی درست ہے اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں یہ بھی درست ہے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا، یہ بھی صحیح ہے۔ خبردار (سن لو) اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں فخر سے نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا میں ہوں (یعنی میرے دست مبارک میں ہوگا) اور فخر نہیں کرتا کہ آدم اور اس کے سوا بھی باقی تمام (انبیاء) اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی گئی ہے (یعنی شفاعت کا دروازہ میرے ہاتھ سے کھلے گا) مجھے فکر نہیں اور میں پہلا ہوں جو جنت کا دروازہ ہلاؤں گا اور میرے لیے وہ کھولا جائے گا (یعنی جنت بھی میرے لیے ہی کھولی جائے گی) اور اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں کرتا کہ میں اگلے اور پچھلوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین ہوں۔" (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ۔ جلد نمبر ۳)

ثابت ہوا شاہد کے یہ تینوں معنی حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائے جاتے ہیں۔

آیت زیر بحث میں شاہد کے بعد جو حضور اکرم ﷺ کی صفت مذکور ہوئی، مبشر و نذیر ہے۔ یعنی خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے پچھلی آیت مبارکہ کے تحت یہ درج کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کسی جدید نبی کی بشارت لے کر نہیں آئے، بلکہ سلسلہ نبوت آپ پر مکمل ہو چکا ہے اور اس جگہ جو حضور اکرم ﷺ کو مبشر فرمایا گیا ہے تو ان معنی میں کہ اہل ایمان کو جنت کی بشارت دینے والے، اسی لیے ساتھ ہی نذیر کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ نافرمانوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ وَدَاعِيًّا اِلٰى اللّٰهِ يٰۤاٰدِهٖنَا اللّٰهُ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اُس کے حکم کے ساتھ۔ فی الحقیقت یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام میں پائی گئی کہ اُن تمام کی بعثت مبارکہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلائیں، مگر

حضور نبی کریم ﷺ کی اس صفتِ مبارکہ کو خصوصیت کے ساتھ کتبِ سابقہ میں بھی ذکر ہوا، کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کسی ایک زمانے یا علاقے تک محدود نہیں جیسے کہ انبیاء بنی اسرائیل صرف مخصوص علاقوں میں مبعوث فرمائے گئے۔ خود عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیلوں کے سوا، اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی کی انجیل، باب ۱۵، آیت ۲۴)

لیکن بنی آخر الزمان ﷺ کے متعلق قرآن حکیم میں ارشادِ خدائے لم یزل ہے:

تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ① (الفرقان۔ آیت ۱)

"بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو (بندہ) سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہو۔"

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ② (سورة الانبياء۔ آیت ۱۰۷)

"(اے محبوب!) ہم نے آپ کو بھیجا تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر"

اور ایک جگہ یوں ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورة الاعراف۔ آیت ۱۵۸)

"(اے محبوب) تم فرما دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف، اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین میں بحوالہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ "اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول (بھیجا گیا) ہوں۔"

موجودہ انجیل میں ہے:

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ

میں اس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا کی انجیل، باب ۴، آیت ۳۰)

دوسری جگہ ہے:

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا، تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔"

(انجیل یوحنا، باب ۱۶-آیت ۱۳)

مذکورہ بالا حوالات جات سے ثابت ہوا اگرچہ دَاعِيَا اِلٰی اللّٰهِ

تو تمام انبیاء علیہم السلام تھے۔ مگر امام الانبیاء ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔

دَاعِيَا اِلٰی اللّٰهِ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی صفت سِرَاجًا مُنِيرًا ذکر فرمائی جس کا معنی بنتا ہے چمکتا ہوا سورج یا روشن چراغ۔

بے شک حضور پر نور ﷺ وہ آفتاب ہدایت ہیں کہ جس سے انتہائی دبیز تاریکی کفر و شرک چھٹ گئی۔ ایک ہی نظر سے نہ جانے کتنے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمادیا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿١٥﴾ (سورة المائدة - آیت ۱۵)

"(اے لوگو!) بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی۔"

جمہور مفسرین کرام متفق ہیں کہ اس جگہ نور سے مراد، ذات سرور کائنات ﷺ ہے۔ گویا کہیں تو انہیں سراج منیر اور کہیں نور مبین کہا گیا۔



إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب - آیت ۵۶)

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) پر اے ایمان والو! تم بھی

ان پر خوب درود و سلام بھیجو۔"

قرآن مجید فرقان حمید میں پروردگارِ عالم نے اپنے بندوں کو بہت سے حکم دیئے۔ مثلاً

نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو اور ایمان لاؤ وغیرہ وغیرہ، مگر کہیں بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام ہم بھی کرتے ہیں۔ لہذا تم بھی کرو اور ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں، تو اے اہل ایمان تم بھی کرو۔ صرف درود شریف ہی کیلئے یہ ارشاد ہوا کہ ہم بھی بھیجتے ہیں اور ہمارے فرشتے بھی۔ اے ایمان والو! تم بھی بھیجو۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کام ایسا نہیں کہ جس میں رب تعالیٰ اور بندہ مشترک ہو۔ اللہ تعالیٰ والا کام بندہ نہیں کر سکتا اور بندے والے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی شان بلند و بالا ہے، مثلاً رب تعالیٰ کا کام پیدا کرنا، رزق دینا، مارنا اور زندہ کرنا وغیرہ ہے، جبکہ بندہ یہ کام نہیں کر سکتا، جبکہ بندے کا کام عبادت کرنا، اطاعت کرنا وغیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان افعال سے پاک و منزہ ہے۔ یہ صرف درود شریف ہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے حکم دیا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا درود ہے رحمت نازل کرنا اور فرشتوں اور انسانوں کا درود، طلبِ رحمت ہے، مگر ایک مخصوص تعلق ہر جگہ کا فرمایا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک عجیب نقطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اپنے محبوب پر رحمت بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے اور تم بھی ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے طلبِ رحمت کرو۔ حالانکہ مانگی تو وہ چیز جاتی ہے جو پہلے حاصل نہ ہو۔ محبوب کبریا علیہ السلام پر تو اتنی عظیم رحمت کا نزول ہوا کہ ان کو "رحمت للعالمین" بنا دیا۔ پھر ہم کو کیوں حکم ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے دعائے رحمت کریں گے، تو کوئی بڑی بات نہیں کہ رحمتِ خدا جوش میں آجائے اور جو رحمت محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر برس رہی ہے۔ اُن کے صدقہ سے کوئی چھینٹا ہم پر بھی پڑ جائے اور یوں ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے۔ (رواہ النسائی)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

"جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں سلام عرض کرنے والے کا جواب دیتا ہوں۔"

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سخت ترین بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔" (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس کا کوئی حصہ بارگاہِ قبولیت میں نہیں پہنچتا، جب تک کہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ (ترمذی)

شفاء شریف میں انہی سے یہ حدیث پاک مروی ہے، اُس میں یہ بھی ہے کہ نماز بھی بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی۔ (شفاء قاضی عیاض)

حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو، اس لیے کہ جمعہ کا دن حاضر کیا گیا ہے اور فرشتے بھی اس دن حاضر ہوتے ہیں اور بیشک جو کوئی (مسلمان) مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ درود میرے پاس پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے والا فارغ ہو جاتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: کیا رحلت کے بعد بھی؟ تو ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور اُن کو رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)



وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ (سبا- آیت ۲۸)

"اور (اے محبوب علیک السلام) ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو کہ (تمام) انسانوں کو گھیرنے والی ہے۔ (آپ تشریف لائے) خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی گئی ہیں جو کہ مجھ سے قبل کسی کو نہ ملیں۔ ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میں مدد کیا گیا ہوں۔ میرے لیے زمین مسجد بنادی گئی ہے اور پاک کر دی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس پر نماز کا وقت آئے، وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ میرے لیے غنائم حلال کر دیئے گئے۔ مجھ سے قبل کسی نبی کیلئے مالِ غنیمت حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت (کبریٰ) کا حق دیا گیا اور دیگر نبی خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے، جبکہ میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ کو خالق کائنات نے بہت سے خصائص عطا فرمائے، مثلاً جوامع الکلم، ختم نبوت، سیادتِ انبیاء، سب انبیاء سے قبل پیدائش اور سب سے آخر بعثت، معراج شریف، سب سے زیادہ امت والے، سب سے قبل جنت میں جانے والے وغیرہ وغیرہ بے شمار خصائص ہیں مگر اس جگہ پانچ مخصوص خصائص کا ذکر فرمایا گیا۔ زمین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور پاکیزہ کر دی گئی ہے۔ یعنی دیگر اقوام یہود و نصاریٰ کی طرح نماز کیلئے گر جاگھر یا کسی خاص معبد خانہ میں جانا ضروری نہیں، بلکہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسجد کے برابر ثواب نہیں، لیکن نماز ہو ضرور جائے گی۔ اس طرح اگر پانی پر قدرت نہیں تو تیمم کر لو، اللہ تعالیٰ اُسی کے ساتھ تمہیں پاک فرمادے گا اور یہ ہر وہ

کہ جس پر لفظ انسان صادق آتا ہے۔ آپ علیہ السلام کی امت دعوت میں شامل ہے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ
اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ① (الحجرات - آیت ۱)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ کے بعض شان نزول نقل کیے گئے ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ بعض لوگ نے عید الضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل ہی قربانی کر دی تھی، ان کو منع کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطابق بعض لوگ یوم الشک یعنی رمضان سے ایک روز قبل روزہ رکھتے تھے کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو۔ ان کو منع کیا گیا اور ممکن ہے کہ ان تمام باتوں سے ممانعت کی گئی ہو۔ حاصل یہ کہ اے ایمان والو! کسی بھی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، نہ حکم دینے میں نہ دین سمجھنے سمجھانے میں، نہ راستہ چلنے میں، نہ فیصلہ کرنے میں، نہ گفتگو کرنے میں حتیٰ کہ مشکوٰۃ شریف "باب ماعلی الماموم" میں ہے کہ مرض وفات شریف میں حضور انور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت فرمانے کا حکم دیا۔ ایک روز عین حالت نماز میں، جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرما رہے تھے۔ حضور سید عالم ﷺ تشریف لے آئے۔ اُسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتدی بن گئے اور حضور سرور کائنات ﷺ امام۔ یہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام تک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، مگر سوائے امام الانبیاء ﷺ کے کسی نے امامت نہ فرمائی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام موذن تھے، تو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام

امام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی۔ ہاں البتہ اگر خود سید البشر ﷺ کسی غلام کو آگے فرما دیں تو اَلْحُكْمُ فَوْقَ الْاَدَبِ کے مصداق صحیح ہوگا۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کی شب غارِ ثور میں پہلے داخل ہوئے یا خود خواجہ کو نین علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ کو جماعت کروانے کا حکم دیا اور دوسری توجہ طلب اس آیت کریمہ میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آگے نہ بڑھو! جبکہ ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و اطراف وغیرہ سے پاک و منزہ ہے اور اس سے آگے بڑھنا غیر ممکن ہے ہاں البتہ یہ ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت تمہارے پاس کوئی حکم نہ آجائے۔ خود ہی فیصلہ نہ کر لیا کرو اور دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ کے وہ عبد خاص ہیں کہ ان کی گستاخی بارگاہِ رب العزت میں مردود ہونے کا باعث ہے۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾ (الحجرات - آیت ۲)

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو حضور نبی کریم (ﷺ) کی آوازِ مبارکہ سے بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔"

کتبِ تفاسیر میں ہے کہ ایک بار بارگاہِ نبوی (ﷺ) میں حاصر کی دوران صدیق و فاروق صحابہ کرام کی آوازیں کچھ بلند ہو گئیں، تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس سے دربارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے آداب خود خدائے لم یزل سکھاتا ہے اور یہ قیامت تک کیلئے ہے۔ آج بھی زائرین کرام جب روضہ رسول پر شرف حاضری پاتے ہیں تو

انتہائی ادب و احترام سے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد یہ دونوں صحابہ یعنی صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنی آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ جیسے سرگوشی کر رہے ہوں۔ (روح البیان)

علامہ ابن جریر نے حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کے حوالہ سے بیان کیا اور اسے امام محی السنۃ نے بھی ذکر فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ بہرے تھے اور بلند آواز سے گفتگو کرنے کے عادی تھے) راستہ ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے گزرے اور رونے کا سبب پوچھا تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ شاید میرے لیے ہی نازل ہوئی ہے، کیونکہ میری آواز اونچی ہے اور مجھے اپنے اعمال کے برباد ہو جانے اور دوزخی ہو جانے کا ڈر ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ ادھر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گریہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ انہوں نے (گھر جا کر) اپنی بیوی جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبی سے کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے باندھنے کی جگہ چلو اور گھوڑے کا رسہ مضبوطی سے میرے پاؤں کو باندھ کر کھونٹے سے کس دو (حسب الحکم) جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسے ہی کیا۔ حضرت ثابت نے کہا: "اب میں باہر نہ نکلوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا میرے آقا رسول اللہ ﷺ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصم رضی اللہ کو حکم دیا کہ جا کر ثابت کو بلا لاؤ۔ حسب الحکم حضرت عاصم اُسی جگہ گئے جہاں حضرت ثابت کو دیکھا تھا، جب وہ وہاں نہ ملے، تو ان کے گھر گئے۔ جا کر دیکھا تو ثابت گھوڑے کی کوٹھڑی میں بند ہیں۔ حضرت عاصم نے کہا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ طلب فرما رہے ہیں۔

حضرت ثابت نے کہا کہ یہ رسہ توڑ دو۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "ثابت تمہارے رونے

کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آقا! میری آواز اونچی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابلِ ستائش زندگی گزارو گے اور شہادت پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ثابت نے کہا: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی خوشخبری پر راضی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے آئندہ کبھی بلند آواز سے نہ بولوں گا۔"

اس جگہ یہ عرض کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے آئندہ کی باتیں جاننے والے حضور سید عالم ﷺ کی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خبر زمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پوری ہوگئی۔ آپ جھوٹے مدعی نبوت مسلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔

امام طبری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جنگ یمامہ کے روز حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ایک نفیس زرہ تھی۔ شہادت کے بعد ایک مسلمان ان کے پاس سے گزرا تو اُس نے اس زرہ کو اتار لیا۔ جنگ کے بعد لشکر اسلام کے ایک آدمی کو خواب میں حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں اور یہ خواب (جو تو دیکھ رہا ہے) نیک اور اچھا ہے۔ میری وصیت کو ضائع نہ کرنا۔ تم جان لو کہ جب میں شہید ہو گیا، تو فلاں شخص نے میری زرہ اتار لی ہے، اس کا گھر فلاں کونے میں فلاں جگہ پر واقع ہے۔ اس کے پاس ایسا گھوڑا ہے جو اتنی بڑی رسی کے برابر چلائنگ لگاتا ہے کہ جس سے گھوڑا باندھا جائے وہ اسے (لمبی رسی کے ساتھ) چھوڑ دیتا ہے کہ جہاں چاہے چرے اور میری زرہ کے اوپر اُس نے ایک دیگ رکھی ہے اور اس دیگ پر ایک اور دیگ رکھی ہوئی ہے۔ ایسی ایسی شکل و صورت کا وہ آدمی ہے اور ان علامات والی وہ زرہ ہے۔ یہ سب کچھ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اس آدمی کو بتا دیا اور یہ بھی کہا کہ تم خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ وہ میری زرہ اس شخص سے لے لیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

کہنا کہ وہ میری زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت سے میرا فلاں قرض ادا کر دیں اور (بقیہ رقم) غرباء و مساکین میں تقسیم فرمادیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔ وہ شخص جب خواب سے بیدار ہوا، تو حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتاتے ہوئے پتہ اور نشان کے مطابق آدمی بھیج کر وہ زرہ برآمد کروالی۔ سب بعینہ وہی وہی کچھ تھا جو خواب میں بتا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا، تو انہوں نے وصیت کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا۔

(مدراج النبوة، تفسیر مظہری جلد یازدہم)

سبحان اللہ تعالیٰ! اندازہ فرمائیے کہ یہ حال تو ان کے غلاموں کا تھا، خود آقا و مولا رسول عربی ﷺ کی کیا شان ہوگی؟



إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٠﴾ (الحجرات - آیت ۲۰)

"بے شک جو لوگ (یا رسول اللہ ﷺ) آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل (جاہل) ہیں۔"

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ محرم الحرام ۹ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے ان قبائل کی طرف جو مسلمان ہو گئے تھے۔ عمال مقرر فرمائے تاکہ وہ ان قبائل سے زکوٰۃ وصول کریں اور عمال کو نصیحت فرمائی کہ پرہیزگاری اختیار کریں اور کسی سے اعلیٰ مال کا مطالبہ نہ کریں۔ ان عاملین زکوٰۃ میں حضرت بشیر بن سفیان کعبی بھی تھے جن کو خزاعہ کی شاخ بنی کعب کی طرف روزانہ فرمایا۔ بنو کعب نے مال زکوٰۃ ادا کر دیا، مگر خاندان بنو تمیم والوں نے وہ مال چھین لیا اور کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے ایک اونٹ بھی حضور اکرم ﷺ تک نہ پہنچنے دیں گے۔ بنو کعب نے ان

کو بہت سمجھایا، مگر بنو تمیم نہ مانے۔ بشیر بن سفیان نے بارگاہِ نبوی (ﷺ) میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ یہ واقعہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بنی تمیم سے کون انتقام لینے جاتا ہے؟" عیینہ بن حصین فزاری نے عرض کیا: "میں ان کے تعاقب میں جاتا ہوں اور خدا کی قسم ان کو بہت جلد بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر کر دوں گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیینہ رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پچاس مجاہدین کا دستہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ یہ حضرات وہاں پہنچے اور گیارہ مردوں اور پندرہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لائے۔ بروایت دیگر گیارہ عورتیں مذکور ہیں۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ ان قیدیوں کی رہائی کے مطالبے کیلئے حاضر ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ فصیح و بلیغ شاعر اور خطیب اقرع بن حابس کو بھی لائے تھے تاکہ اہل مدینہ کے ساتھ اپنی بڑائی ثابت کریں۔ یہ لوگ دوپہر کے وقت مسجد نبوی شریف میں پہنچے۔ حضور سرور کونین ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ انہوں نے حجرات مقدسہ کے آگے شور مچانا شروع کر دیا کہ "اے محمد (ﷺ) باہر آؤ اور ہمارے قیدی آزاد کرو۔" صحابہ کرام نے لاکھ سمجھایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ ظہر کیلئے تشریف لائیں گے، تب بات کر لینا، مگر وہ حجرات مقدسہ کے آگے بھاگے پھرتے اور شور مچاتے تھے۔ ان کی آواز سن کر حضور سرور عالم ﷺ باہر تشریف لائے (کچھ دیر بعد) نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد صحنِ مسجد میں اقامت فرمائی۔ اقرع بن حابس نے آغازِ گفتگو کیا اور کہا کہ "جس کی ہم تعریف کریں، وہ باعثِ عزت ہے اور جس کی توہین کریں وہ باعثِ ذلت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ یہ صفت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔" تم بتاؤ کہ چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے خطیب و شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ مقابلہ کریں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں شعر گوئی یا مفاخرت کیلئے پیدا نہیں ہوا، اس کے باوجود لاؤ تمہارے پاس کیا لیاقت ہے؟ بنی تمیم کی طرف سے عطار دبن حاجب جو ان کا خطیب اور فصیح ترین شخص تھا، اٹھا اور خطبہ دیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضور پر نور ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کا ذکر پچھلی آیت میں گزر چکا ہے) کو حکم دیا کہ ان کے خطیب کا جواب دو۔ حضرت

ثابت نے فی البدیہہ ایسا بہترین خطاب دیا کہ بنی تمیم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پھر اُن کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور فخریہ اشعار پڑھے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے فی البدیہہ قصیدہ غرآن کے جواب میں پڑھا۔ پھر اُن کی طرف سے اقرع بن حابس کھڑا ہوا اور چند فخریہ اشعار پڑھے۔ بارگاہ اقدس کی اجازت سے جواباً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار پڑھے، وہ پہلے سے بھی زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ اس پر اقرع بن حابس نے کہا: "خدا کی قسم محمد (ﷺ) کی عالم الغیب سے تائید و نصرت کی جاتی ہے اور کوئی فضیلت و کرامت نہیں جو ان کو نہ دی گئی ہو۔" آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر شے ہماری ہر شے سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر وہ مقام انصاف میں آئے اور مطیع و فرمانبردار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف اُن کے قیدیوں کو رہا فرمادیا، بلکہ ان کو لائق انعام و اکرام سے بھی سرفراز فرمایا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی اور اس کے بعد والی آیت کریمہ میں ان کی مغفرت کا اعلان بھی فرمادیا گیا۔ (مدارج النبوة - جلد ۲)

اُن کی مغفرت فرمانے کی وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو یہ اسلام قبول کرنا، زمانہ کفر کے تمام گناہوں کی معافی کا سبب ہے اور دوسرے یہ کہ یہ غلطی اُن سے قانون بننے سے قبل واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد گویا قانون بنا دیا گیا کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام (بوقت ضرورت شدید) اپنے ناخنوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے تھے یا پھر باہر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے۔ اگر سرورِ عالم ﷺ باہر تشریف لے آتے تو ٹھیک، ورنہ واپس آ جاتے۔ (مختلف کتب تفاسیر و سیرت)



اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِيْمًا ﴿۴﴾ (القلم - آیت ۴)

"بیشک آپ کا اخلاق بہت بڑی عظمت و شان والا ہے۔"

حدیث پاک میں ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ (یعنی میں محاسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں) یعنی آپ ﷺ محض صاحبِ خلقِ عظیم ہی نہیں، بلکہ تمام اقسام اخلاق مثلاً سخاوت، شجاعت، رحم، عفو، صبر، احسان، صدق، عفت، عدالت، ادب، اخوت، حیا، مروت، غیرت، حسن معاشرت، وفا، امانت، دیانت، زہد و تقویٰ، استقامت، حلم و حکمت وغیرہ اور دیگر تمام محاسن اخلاق کی تکمیل کیلئے تشریف لائے۔

خلقِ عرب میں عادت کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اچھے کام خود بخود ہوا کریں، فاعل کو تکلف سے کام نہ لینا پڑے۔ اس لحاظ سے آیت زیر بحث کا مطلب یہ ہوگا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ سے جو بھی افعال مبارکہ صادر ہوتے ہیں یعنی سخاوت فرمانا، جان کے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دینا، بدلہ لینے کے بجائے عفو و کرم کا مظاہرہ فرمانا، دشمنانِ دین کے ساتھ انتہائی بہادر اور استقامت و شجاعت سے نبرد آزما ہونا، ایفائے عہد اتنا بے مثال کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہاں ٹھہریے، میں ابھی آتا ہوں فرمایا ٹھیک ہے تمہارے آنے تک ہم یہاں ٹھہریں گے۔ وہ آدمی گھر کسی کام میں مشغول ہو گیا اور یاد بھول گیا۔ تیسرے دن یاد آیا کہ میں نے تو صادق و امین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا تھا کہ آپ یہاں ٹھہریں، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ چنانچہ جب وہ تیسرے دن اُس جگہ پہنچا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضور نور مجسم ﷺ تین دن سے اسی جگہ بیٹھے اُس کا انتظار فرما رہے ہیں۔ (سبحان اللہ تعالیٰ) اتنا بے مثال ایفائے عہد فرمانا، امانت و دیانت داری، اتنے عظیم کردار والے کہ جان کے دشمن بھی صادق و امین کہیں اور ایسے ہی دیگر تمام صفاتِ مبارکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ کریمہ ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان افعال میں تکلف سے کام نہیں لینا پڑتا۔ اسی بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ (بتادو) وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ یعنی میں (اپنے اخلاق میں تکلف سے کام نہیں لیتا۔ آیت زیر ہیئت میں لفظ عظیم اس طرف اشارہ ہے کہ اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کا مکمل احاطہ و ادراک طاقتِ انسانی سے ماورای ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے عرض کیا تھا کہ بتائیے حضور پر نور ﷺ کا اخلاق مبارکہ کیسا تھا؟ تو جواباً اُم المؤمنین نے فرمایا کہ كُنَّا خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی آپ ﷺ کا خُلُق قرآن ہے۔ ان الفاظ کے اگر ظاہری معنی پر بھی غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کی ایک مکمل ترین عملی تفسیر تھے۔ مدارج میں ہے کہ ظاہری معنی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں مکارم اخلاق اور صفات محمودہ مذکور ہیں۔ آپ ﷺ ان تمام اوصاف سے متصف ہیں اور حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کسی مخلوق کا فہم و قیاس حضور نبی کریم ﷺ کے مقام حقیقت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال کی عظمت تک نہیں پہنچ سکتا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بجز خدائے لم یزل کے کما حقہ کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ (مدارج النبوة)



عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ (الجن - آیت ۲۶، ۲۷)

"(اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی) غیب کا جاننے والا ہے۔ پس وہ اپنے (علم) غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔"

علماء امت مسلمہ کا اس چیز پر مکمل اتفاق ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ جل شانہ کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بتائے بغیر کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ آیت مذکورہ بالا کے مطابق یہ ثابت ہے کہ خالق کائنات جل شانہ اپنے غیب سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مطلع فرماتا ہے؟ خیال رہے کہ علماء تفسیر کے نزدیک غیب وہ ہے جو حواسِ خمسہ اور محسّ عقل سے معلوم نہ ہو سکے جیسے کہ جنت، دوزخ اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے بہت سے واقعات جیسے قیامت وغیرہ، سورۃ لقمان کے آخر میں ان کی تفصیل مذکور ہے، مگر خالق کائنات جل شانہ ان میں سے جسے چاہے اپنے رسولوں کو عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اسی بات کو سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ نمبر ۷۹ میں یوں فرمایا گیا:

(ترجمہ) "اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم عام لوگوں کو علوم غیبیہ پر مطلع فرمائے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (علوم غیبیہ عطا فرمانے کیلئے) چن لیتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔"

موجودہ انجیل مقدس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔" (یوحنا کی انجیل، باب ۱۶-۷، ۸)

اسی باب ۱۶ کی آیت نمبر ۱۴ میں ہے:

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا، تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے (کچھ) نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔"

(یوحنا کی انجیل)

حضور سرورِ عالم ﷺ کی شان مبارکہ میں مذکورہ انجیل مقدس کی ان آیات کی تصدیق ایک تو آیت زیر بحث سے ہوتی ہے کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور دوسرے سورۃ النجم کی آیت مبارکہ نمبر ۳ سے کہ "یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمائے، وہی کچھ فرماتے ہیں جو خدائے لم یزل کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔" ظاہر ہے کہ جب علوم غیبیہ خود خدائے لم یزل عطا فرمانے والا ہو تو غلطی کا امکان ہی نہیں رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو بھی پیش گوئیاں فرمائیں، وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئیں، اور ہر وہی ہیں اور یہ چیزیں محبوب خدا ﷺ کی نبوت کی واضح ترین دلیل ہیں۔

سیرت رسولِ عربی ﷺ پر غیر مسلم مدبرین کے تاثرات

میرے آقا رسولِ عربی (فداہِ روحی و جسدی) ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات اس قدر بے عیب اور نقائص سے منزہ ہے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی ثنائے مصطفیٰ ﷺ میں رطب اللسان ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل اپنی گزشتہ چالیس سالہ معصوم و بے مثال زندگی کو بطور دلیل پیش فرمایا تھا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بدترین معاندین بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیرت و کردار میں ایک معمولی سا نقص بھی نہ نکال سکے۔ مشرکین مکہ کا سرغنہ ابو جہل بارہا یہ کہہ چکا تھا کہ اے محمد ﷺ میں تجھے صادق اور امین تسلیم تو کرتا ہوں، مگر تیری تعلیمات کا انکار کرتا ہوں۔ ولید بن مغیرہ اور عتبہ وغیرہ کے واقعات آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ اور دوسرے بہت سے کافر بشمول یہود و نصاریٰ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا تو جانتے تھے، مگر محض اور محض حسد و عناد کی وجہ سے منکر تھے۔ ہم اس جگہ چند ایک غیر مسلم محققین اور دانشوروں کے خیالات سپردِ قلم کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا شاندار معجزہ ہے کہ دشمنانِ اسلام بھی ثناء خوان محمد ہیں۔

آکسفورڈ کے ایک معتبر دانشور اور معروف (مگر) متعصب عیسائی سیرت نگار پروفیسر مارگولیتھ MARGALIOUTH اپنی تالیف MUHAMMAD کے دیباچہ میں اعتراف کرتا ہے "محمد (ﷺ) کی سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔"

یہ الفاظ اُس شخص کے ہیں جو کہ تنقیصِ شانِ رسالت میں، کذبِ بیانی اور افتر پردازی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ بہر حال۔

مُدعیِ لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

سرولیم میور کے تاثرات

مشہور مستشرق سرولیم میور SIR WILLIOM MEUOR اپنی کتاب "دی لائف آف محمد THE LIFE OF MUHAMMAD" میں رقمطراز ہے۔

"ہمیں بلا تکلف اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ (تعلیم نبوی ﷺ) نے ان تاریک توہمات کو ہمیشہ کیلئے جریرہ نمائے عرب سے باہر نکال دیا جو صدیوں سے اس ملک پر چھا رہے تھے۔ بت پرستی جلا وطن ہو گئی۔ توحید خداوندی اور رحمت الہیہ کا موجودہ تصور (حضرت) محمد (ﷺ) کے متبعین کے دلوں کی گہرائیوں اور زندگی کی پنہائیوں میں جاگزین ہو گیا۔ دیگر معاشرتی اصلاحات کی بھی کوئی کمی نہ رہی۔ ایمان کے دائرہ میں برادرانہ محبت، یتیموں کی پرورش، غلاموں سے احسان، حرمتِ خمر وغیرہ سب کے سب جو ہر نمودار ہو گئے۔ ترکِ مے کشی کرانے جیسا کامیاب مذہب اسلام ہوا ہے، ویسی کامیابی کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں ہوئی۔"

سرولیم میور اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں۔

"محمد (ﷺ) کے ایامِ جوانی میں (ہی) آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اخلاق کی پاکیزگی و راستی اور عادتِ کریمہ کی طہارت پر سب مصنفین متفق ہیں، حالانکہ یہ دولت، اہل مکہ میں نہایت کمیاب تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شرم و حیا اعجازی طور پر محفوظ بیان کی جاتی ہے۔"

قرآن پاک کے متعلق سرولیم میور (THE LIFE OF MUHAMMAD) میں رقمطراز ہے۔ "قرآن پاک (کا) کوئی جزو، کوئی فقرہ، کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جسے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور کوئی ایسا اضافی لفظ نہیں سنا گیا جو کہ اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک ہو۔"

"قرآن نے فطری اور کائناتی دلائل کے بل بوتے پر خدا کو سب سے اعلیٰ ہستی ثابت کر دکھایا اور انسانوں کو خدا کے حضور اطاعت و شکر گزاری پر جھکا دیا۔"

باسورتھ اسمتھ

باسورتھ اسمتھ BOSIOORTIH SMITH اپنی تالیف "مُحَمَّد اینڈ مَحْمُودِ اِزْم" میں حضور سید عالم ﷺ کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔

"رسول کریم (ﷺ) کی خصوصی عنایات کا مرکز غلاموں کے ساتھ ساتھ یتیم بھی رہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) خود بھی یتیم رہ چکے تھے، اس لیے یہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دلی خواہش تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ (جل شانہ) نے ان کے ساتھ بہترین برتاؤ کیا ہے، وہی سلوک وہ دوسروں کے ساتھ کریں۔"

برطانوی دانشور مسٹر باسورتھ اسمتھ حضور سید عالم ﷺ کے اخلاق کریمہ کے ضمن میں تحریر کرتا ہے۔

"آپ ﷺ نے عمر بھر کسی کو بھی اپنے دستِ مقدس سے نہ مارا۔ اگر کوئی مصافحہ کرتا، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو اپنا ہاتھ الگ کرنے میں پہل فرماتے اور نہ ہی از خود اس سے الگ ہوتے۔ گفتگو غایت درجہ نرم اور شیریں فرماتے۔"

فرانسیسی دانشور پروفیسر موسیو سڈیو

خلاصہ تاریخ عرب کے مولف پروفیسر موسیو سڈیو MOSIO SEDDIO تحریر کرتے ہیں۔

"آپ (ﷺ) خوش اخلاق، ملنسار، خاموش الطبع، خدا تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے، لغویات اور بیہودہ گوئی سے سخت نفرت کرنے والے، افضل ترین رائے اور بہترین عقل

والے تھے۔"

"آپ (ﷺ) انصاف کے معاملے میں اپنے بیگانے سب سے ایک جیسا سلوک فرماتے، غرباور مساکین سے محبت فرماتے، اور ان میں رہ کر خوش ہوتے، کسی بھی نادار کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ جانتے اور نہ ہی کسی بادشاہ کو اس کی بادشاہی کی وجہ سے ترجیح دیتے۔ کسی ملاقات کرنے والے سے از خود جدا نہ ہوتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی چلا جائے۔ صحابہ کرام سے کمال درجہ شفقت و محبت فرماتے۔ اپنے نعلین مبارک (جوتے) خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے خود سی لیتے۔ دشمن ہو یا دوست، سب سے کشادہ پیشانی سے ملا کرتے تھے۔"

پروفیسر سڈیو چند صفحات آگے جا کر تحریر کرتے ہیں۔

"اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ جو لوگ اسلام کو ایک وحشیانہ مذہب خیال کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ ہم بدلائل دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں آداب و اصول حکمت و فلسفہ موجود ہیں۔"

الکس لوازون

مسیحی دانشور "الکس لوازون" اپنی کتاب "دی لائف آف محمد (THE LIFE OF MUHAMMAD) میں رقمطراز ہیں۔

"محمد (ﷺ) نے جو واضح اور شاندار شریعت کا دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا، وہ یہ مقدس کتاب قرآن (پاک) ہے جو اس وقت تمام دنیا کے $\frac{1}{6}$ حصہ میں معتبر اور مسلم مانی جاتی ہے۔ جدید علمی انکشافات کہ جن کو ہم نے بزورِ علم حاصل کیا یا ہنوز وہ زیرِ تحقیق ہیں، وہ تمام علوم تمام و کمال قرآن و اسلام میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔"

کانٹ ہنری دی کاسٹری

فرانسیسی عالم مسٹر "کانٹ ہنری دی کاسٹری" COUNT HENRI DE CASTRI تحریر کرتا ہے۔

"عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام (یعنی قرآن پاک) اس ہستی کی زبان سے کیونکر رواں ہوا جو کہ بالکل اُمی تھے۔ تمام اہل مشرق متفق اور اقراری ہیں کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معنیاً ہر لحاظ سے اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ محمد (ﷺ) قرآن پاک کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے، جو تاحال ایک ایسا مہتمم بالشان راز چلا آ رہا ہے کہ اس طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے ماورئی ہے۔"

پروفیسر اڈواٹر مونٹے

"اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان" نامی کتاب میں پروفیسر PROFESSOR ADVIOR MONTAË نے تحریر کیا:

"محمد (ﷺ) کا تمام مذہب ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے، جو معقولیت کے امورِ مسلمہ پر مبنی ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور جلال و جبروت اور ایسے کامل یقین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔"

رابرٹ۔ ایل۔ گلک

مسٹر رابرٹ ROBERT L. GLICK اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے

کہتے ہیں:

"مغربی مصنف یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے اور وہ عرب کی تصویر بناتے

ہوئے اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار دکھاتے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے فہم کا قصور ہے، کیونکہ اس معاملے میں مجرم مسلمان نہیں، بلکہ عیسائی ہیں، کیونکہ انہوں نے چین میں بیس لاکھ مسلمانوں کو موت کی دھمکی دے کر عیسائی بنایا تھا۔ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے ایک اور مصنف کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ یہ کہنا کہ مسلمانوں کو دیگر غیر مسلموں کے خلاف جنگیں مذہبی تھیں اور دوسرے مذاہب کو دبانے کیلئے تھیں، خارج از بحث ہے، کیونکہ یہ بات مادی اور سیاسی دلائل سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔"

منٹگمری واٹ

مسٹر منٹگمری واٹ تحریر کرتا ہے:

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین عظیم الشان صفات سے نوازا گیا تھا۔ اول آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے عرب دنیا کیلئے ایک نظریاتی ڈھانچہ تشکیل دیا اور معاشرے کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر دیا۔ دوم یہ کہ ایک سیاست دان تھے، قرآن میں صرف بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی ذہانت اور دوراندیشی سے کام لے کر ان اصولوں کی بناء پر ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی اور مدینہ کی ایک چھوٹی سی ریاست کو ایک عالمگیر سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ سوم: یہ کہ بطور منتظم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مہارت اور اپنے اعمال اور نمائندوں کے انتخاب میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذہانت، کیونکہ عہدہ پالیسی بھی عدم مہارت کی صورت میں ناکام ہو جاتی ہے۔ (مذکورہ)

میجر آر تھر کلارن لیونارڈ

میجر لیونارڈ اپنی کتاب "اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ" میں رقمطراز ہے۔
"اگر کسی شخص نے خدا کو پایا ہے اور اگر اس نے ایک اچھے، نیک اور عظیم مقصد کیلئے خدا

تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگی کو نثار کیا ہے، تو یقین جانئے کہ وہ شخص صرف حضرت محمد (علیہ السلام) ہی ہو سکتے ہیں۔"

میجر لیونارڈ مزید تحریر کرتے ہیں:

"بہر حال تحقیق کرنے والا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے کہ جو اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیروں اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلند یوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔"

ڈاکٹر رابرٹس

ڈاکٹر رابرٹس سیرتِ نبوی (ﷺ) کی یوں شہادت دیتے ہیں:

"قرآن (پاک) کے مطابق ایک خوش گوار ترین چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کو بچوں کا کس قدر خیال تھا۔ خصوصاً ان بچوں کا جو والدین کی سرپرستی سے محروم ہو چکے ہوں (قرآن پاک میں) بچوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید ملتی ہے۔ محمد (ﷺ) نے یتیموں کے بارے میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی۔ یتیموں کے حقوق کا بکثرت ذکر اور ان سے بدسلوکی کرنے والوں یا ان کے حقوق کو غصب کرنے والوں کے خلاف سخت ترین وعیدیں سیرتِ محمد (ﷺ) کے اس پہلو کو اجاگر کرتی ہیں کہ جس پر مسلمان مصنفین کو بجا طور پر ناز ہے۔"

جان جاک ولیک

حضور سرورِ عالم ﷺ کے حضور ایک مشہور جرمن فلاسفر مسٹر "جان ولیک" JHAN

JOCK WALIK یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

"تھوڑی عربی جاننے والے قرآن (پاک) کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر وہ لوگ خوش نصیبی سے کبھی آنحضرت (ﷺ) کی مجرہ مناقوتِ بیان سے (قرآن کریم کی) تشریح سنتے، تو

یقیناً یہ لوگ بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آوازاں کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی! پیارے رسول! (ﷺ) خدا را ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنے پیروؤں میں شامل فرما کر عزت اور شرف عطا فرمانے میں دریغ نہ فرمائیے۔"

سادھوٹی۔ ایل وسوانی

جناب سادھوٹی۔ ایل وسوانی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں حضرت محمد (ﷺ) کو کورنش، بجالاتا ہوں، وہ دنیا کی ایک عظیم الشان ہستی ہیں۔ وہ ایک قوت تھی، جو انسانوں کی بہتری کیلئے صرف ہوئی۔ ایام سلف کی داستانوں کا مطالعہ کرونا کہ تمہیں اس کی شوکت و سطوت کا پتہ چلے۔ بادشاہ اور روحانی رہبر ہوتے ہوئے وہ اپنی گیم کو خود پیوند لگاتے۔ وہ غائب کی آواز پر لبیک کہتے "اے کملی والے اٹھ اور تبلیغ فرما۔" لوگوں نے انہیں ایذا دی اور ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی، لیکن انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کی۔ وہ امن و راستی کی تلقین کرتے رہے۔ محمد (ﷺ) پیغمبر اور راہبر تھے۔ میں اُن کے آخری الفاظ پر اکثر غور کرتا رہتا ہوں کہ "مالک مجھے بخش دے اور اپنے نیک بندوں میں اٹھا۔" تم میں سے کون ہے جو اس امر سے انکار کرے کہ وہ اعلیٰ زندگی اور اعلیٰ موت رکھتے ہیں۔ اسلام نے دنیا میں رہبانیت کا خاتمہ کر دیا۔ اسلام نے دختر کشی کی رسم کو بند کر دیا۔ اسلام نے اپنے شیدائیوں پر ام النجائب (شراب) کو حرام کر دیا۔ اسلام نے ہمت و شجاعت اور بردباری کی تعلیم دی۔ اس زمانہ میں جبکہ یورپ علم و حکمت سے بے بہرہ تھا۔ اسپین کے مسلمان علم و ادب کی مشعل کو ہاتھ میں لے کر گمراہ لوگوں کو راہ راست دکھا رہے تھے۔ وہ ادویات، ریاضیات، کیمیا، تاریخ اور فلسفہ میں اپنا ہم عصر نہ رکھتے تھے۔ ہندوستان کی گردن اسلام کے احسانوں سے دبی ہوئی ہے۔ ہندوستانی فلسفہ، شعر و سخن اور فن تعمیر کو اسلام نے چار چاند لگا دیئے۔ تاج (محل) اقلیم تعمیر کا شہنشاہ

ہے۔ اسلام حریت و اخوت کا داعی ہے۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلے (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جہاد کیا، جبکہ انہوں نے فتح یروشلم پر تمام غلام رہا کر دیئے۔"

جارج برناڈشا

بین الاقوامی شہرت یافتہ نامور مولف اور دانشور جناب جارج برناڈشا، یوں اظہارِ حقیقت کرتے ہیں:

"ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔"

پروفیسر تھامس کارائل

مسٹر تھامس کارائل T. CARLYLE مشہور برطانوی دانشور ہیں۔ یہ ایک کتاب ہیروز اینڈ ہیروز شپ (HEROES AND HEROWORSHIP) میں تحریر کرتے ہیں:

"ہم میں سے ان لوگوں کیلئے جن کے نزدیک انسان ہی سب کچھ ہے، ماحول کچھ نہیں۔ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حقیقت کی عظیم الشان مثال ہیں کہ ایک انسان کیا کچھ کر سکتا ہے، لیکن وہ لوگ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تاریخ کے انقلابات کسی ایک فرد کی کوشش سے کہیں زیادہ ماحول کی خصوصیات اور قلبِ انسانی کی استعداد و قبولیت کے مرہون منت ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر تاریخ (انسانی) میں انقلاب آنا ہی تھا (جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے وسیلہ سے آیا ہے) تو محمد (ﷺ) کے بغیر یہ انقلاب ایک غیر متعین عرصہ تک معرض التواء میں رہتا۔"

یہ انقلاب کیا تھا؟ اہل عرب کیلئے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھی جو انہیں تاریکی سے نور کی طرف لے آئی تھی۔ عرب اس کے ذریعے سے پہلی دفعہ زندہ ہوا۔ ایک ایسی قوم جو ابتدائے آفرینش سے گمنامی کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی۔ ان کی طرف ایک رسول آیا جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ قوم ایمان لے آئی، وہ دیکھو! وہی گمنام چرواہے دنیا کی ممتاز ترین قوم بن گئے۔ وہ حقیر قوم ایک عظیم الشان ملت میں تبدیل ہو گئی۔ ایک صدی کے اندر اندر عرب ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی تک چھا گئے۔ اس کے بعد سینکڑوں برس ہو چکے ہیں یہ اسی شان و شوکت اور درخشندگی و تابندگی سے کرہ ارض کے ایک عظیم حصے پر مسلط ہیں۔ ایمان بہت بڑی چیز ہے۔ ایمان ہی سے زندگی ملتی ہے۔ جو ہی کسی قوم میں ایمان پیدا ہوا۔ اس قوم کی تاریخ اعمال میں نتائج اور روح کی بالیدگی پیدا کرنے والی بن گئی۔

وہ عرب، یہ محمد (ﷺ) اور ایک سو سال کا عرصہ! کیا یہ انقلاب ایسا نہیں جیسے ریت کے کسی گمنام ٹیلے پر آسمان سے بجلی کی لہر آگرے اور ریت کا تودہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک آتش گیر مادہ میں تبدیل ہو کر اس طرح سے بھک سے اڑ جائے کہ دہلی سے غرناطہ تک اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے۔ نوع انسانی خشک نیبتاں کی طرح ایک شرارہ کے انتظار میں تھی۔ وہ شرارہ اس بطلِ جلیل کی صورت میں آسمان سے آیا اور تمام نوع انسانی کو شعلہ صفت بنا دیا۔"

مسٹر کارلائن مزید رقم طراز ہیں:

"بانی اسلام کے ناقابل انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ لگانا ہے۔ ہمارے خیال میں حضور سرور کائنات (ﷺ) کا وجود، جن کا مرتبہ انسانی عظمت کی بلندیوں سے کہیں ارفع ہے۔ دنیا کی باعظمت ہستیوں میں فضائل و صفات کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ آپ (ﷺ) کی ذات (بابرکات) خلوص و صداقت اور سچے اعتقادات کا

خزانہ ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ہر فعل تصنع اور تکلف سے مبرا اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کلام وحی آسمانی تھا۔ ایسی مقدس ہستی کا وجود خالق کائنات کے وجود کی زبردست اور روشن دلیل ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا دماغ علم و معرفت کا خزانہ اور حکمت و فضیلت کا منبع ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ارشادات گرامی سے فائدہ اٹھانا انسانیت کا فرضِ مبین ہے۔ خدائے لم یزل کے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذاتِ (اقدس) سب سے زیادہ جدید قسم کی ہے، جس پر رسالت ختم ہوتی ہے۔ صحرائے عرب کی پرسکون فضا میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مشاہدہ نے اصلاحِ انسانیت کا دستور العمل مرتب فرما دیا۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سیرت مقدسہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بچپن ہی سے راست باز اور امین تھے۔ آغازِ شباب سے آخرِ جوانی تک پاکبازی، زہد و عفت کا ایسا نمونہ پیش فرمایا کہ تاریخِ انسانی ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ مبارکہ سرچشمہ اصول تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اصولوں نے دنیا کو تاریکی سے نکال دیا اور یونان کی حکمتوں، یہودیوں کے عقیدوں اور ایامِ جاہلیت کے عرب قبائل کی بت پرستی کو ختم کر دیا۔ یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ جو حقیقت (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے حاصل کی تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے بھی اسی حقیقت کی طرف انسانیت کو متوجہ کیا۔"

ڈاکٹر گبین

ڈاکٹر گبین DOCTOR GOBBIN اپنی تالیف "انحطاط و زوال سلطنت روما"

میں رقمطراز ہیں:

"قرآن کی نسبت بحرِ اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ واضح راستہ ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب شدہ ہے کہ اس کی

نظیر پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی۔"

ڈاکٹر گلن مزید تحریر کرتے ہیں:

قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک توحید پرست فلسفی اگر کوئی مذہب، قبول کر سکتا ہے، تو وہ مذہب اسلام ہی ہے۔ غرض پوری کائنات میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی۔

مسٹر مارما ڈیوک پکٹھال

مسٹر مارما ڈیوک پکٹھال MR. MARMA DUKE PICKTHAL

(برطانیہ) نے "اسلام اینڈ ماڈرن ازم" پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا۔

"وہ قوانین جو قرآن (مجید) میں درج ہیں اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھائے، وہی

اخلاقی قوانین کا کام دے سکتے ہیں اور اس کتاب کی سی کوئی کتاب صفحہ عالم پر موجود نہیں۔"

مسٹر والٹر

مشہور فرانسیسی مورخ مسٹر والٹر MR. WALTER

تہذیب اسلام پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"(اے) پادریو! اے راہبو! اور اے مجاورو! اگر تم کو ماہِ جولائی میں (جبکہ ماہِ رمضان

اس مہینہ میں آئے) وقت مقررہ تک تم پر کھانے پینے کی ممانعت کا قانون عائد کر دیا جائے شراب

حرام کر دی جائے۔ بچتے ہوئے صحراؤں سے گزر کر حج کو جانے کیلئے کہا جائے۔ اپنی آمدنی کا

اڑھائی فیصد غریبوں میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ اگر تم اٹھارہ عورتوں کی رفاقت کا لطف

اٹھاتے ہو، ان میں سے چودہ یک لخت کم کر دی جائیں تو کیا آپ ایمان داری سے یہ کہنے کی

جرات کر سکتے ہیں کہ ایسا مذہب اسلام عیش پرست ہے؟ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل اور بے

عقل ہیں جو مذہب اسلام پر تہمت تراشی اور الزام عائد کرتے ہیں۔"

ریوسٹینس کے تاثرات

"سب سے پہلے اس حقیقت کا اعتراف بلا تکلف کر لینا چاہئے کہ اپنی قوم کے لیے (حضرت) محمد (ﷺ) کی ذات بڑے احسانات کا موجب تھی۔ وہ اس ملک میں پیدا ہوئے، جہاں سیاسی تنظیم، معقول عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے کوئی شناسا نہ تھا۔ انہوں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے یہ تین چیزیں پیدا کر دیں۔ انہوں نے اپنی ذہانت سے بیک وقت سیاسی حالت، مغربی عقائد اور ضابطہ اخلاق کی اصلاح کر دی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مختلف قبیلوں کی جگہ انہیں ایک قوم بنا دیا۔ مختلف دیوتاؤں اور آقاؤں کی جگہ ایک خدا پر ایمان لانے کی تعلیم دی اور بڑی بڑی معیوب اور فتنہ رسومات کو نبخ و بن سے اکھڑ دیا۔ جوں جوں اسلام اپنے قدم عرب کی سرزمین سے باہر رکھتا گیا کئی وحشی قومیں جنہیں اس نے اپنی آغوش میں لیا۔ نعمائے اسلام کی وراثت بنتی چلی گئیں۔ اسلام (نوع انسانی کیلئے) برکات کا موجب، تاریکی سے نور اور شیطان سے خدا تعالیٰ کی طرف لوٹانے کا باعث ہے۔"

جارج ریواری کے تاثرات

"اسلام میں اس دنیا کیلئے پیغام نجات و سعادت تھا، جو ذہنی اور جسمانی مصائب میں مبتلا تھی اور دوسروں کی غلامی نے جسے چکنا چور کر دیا تھا۔ اس (اسلام) نے عدل و انصاف کے عصر جدید کا اعلان کیا، جس عالمگیر حکومت کی بنیاد اسلام نے رکھی، اس میں نسلی امتیاز کا کوئی دخل نہ تھا۔ اس کا ایک ہی قانون تھا۔ سب کیلئے یکساں عدل اور محبت اسی عظیم حقیقت کو جتنی مرتبہ بھی دہرائئے کم ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) نہ صرف ایک عظیم القدر مذہب کے پیغمبر تھے کہ جس نے اس دنیا کی روحانی تسکین کا سامان فراہم کیا، بلکہ وہ ایک ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے معلم تھے کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔"

مسٹر جارج سیل کے تاثرات

مسٹر جارج سیل نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے، شکل میں نہایت ہی خوبصورت، فہیم اور دور رس عقل والے، پسندیدہ و خوش اطوار، غرباء پرور، ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحبِ شجاعت و استقلال، سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا (تعالیٰ جل شانہ) کا اسم گرامی نہایت ادب و احترام سے لینے والے تھے۔ جھوٹی قسمیں کھانے والوں، زنا کاروں، سفاکوں (ظالم خونخواروں) جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔ (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام) بردباری، صبر و استقامت، صدقہ و خیرات، رحم و کرم، شکرگزاری، والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید فرمانے والے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے۔"

مسٹر ایس۔ پی اسکاٹ

مشہور مستشرق مسٹر ایس پی اسکاٹ MR. S.P. ASCOT اپنی تالیف "ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ" لکھتے ہیں:

"ہمیں چاہیے کہ اس عظیم مذہب (اسلام) کی سرعت، ترقی اور اس کے نہ مٹنے والے اثرات کی قدر کریں کہ جو ہر جگہ امن و امان، دولت و حشمت، فرح و سرور اپنے ساتھ ساتھ لے گیا۔"

پروفیسر ہٹن سمتھ

مسٹر روڈ ویل کے ترجمہ قرآن میں پروفیسر ہٹن سمتھ PROF. HATTIN

SMITH نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا۔

"جیسا کہ حقیقت ہے یسوع مسیح کا کام نامکمل حالت میں چھوڑا گیا تھا۔ انجیل کا نزول کسی اور استاد کیلئے ہوا جو اس کے اخلاقی قوانین کو ترتیب دے۔ قرآن شریف روحانی مشقوں اور اعمال کی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی و قانونی ضابطہ کا ایک عظیم ترین مجموعہ ہے۔" اور خود مسٹر ردڈیل تحریر کرتے ہیں:

"اس (قرآن پاک) میں بہت سے (بلکہ سب کے سب) مضامین قابل احترام اور گہری اخلاقی سنجیدگی کے حامل پائے جاتے ہیں، جن میں کثیر المعانی اور پر مغز الہامی دانائی پائی جاتی ہے۔ اس (قرآن) نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اس میں ایسے ایسے مواد اور قوانین پائے جاتے ہیں کہ جن کے بل بوتے پر مضبوط اور فاتح حکومتیں بنائی جاسکتی ہیں۔"

مسٹر اینی بینٹ

مسٹر اینی بینٹ اپنی تالیف "دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد" میں رقمطراز ہیں:

"یاد رکھیے! اسلام کا قانون موجودہ زمانہ تک جبکہ اس کے بعض حصوں پر انگلینڈ میں بھی عملدار آمد شروع ہو گیا ہے۔ خصوصاً عورتوں کے حق میں دنیا بھر میں اسے سب سے زیادہ منصفانہ قانون تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس قانون میں جہاں تک جائیداد کا تعلق ہے یا طلاق کے معاملات کا حل کرنا ہے۔ یہ (قانون اسلام) مغربی قانون سے بہت سبقت لے چکا، اس میں عورت کے تمام حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔"

تنبیہ: اس جگہ مغرب زدہ مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ ایک غیر مسلم (انگریز) تو قانون اسلام کو مغربی قوانین سے اعلیٰ خیال کرتا ہے، مگر صد حیف ہے اس مغربی تہذیب کے پرستار مسلمان پر کہ جو اسلامی قوانین پر مغربی قوانین کو ترجیح دیتا ہے۔ یا للعجب؟

ڈاکٹر موریس

ڈاکٹر موریس فرانس کے معروف دانشور گزرے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ساری دنیا کے بڑے بڑے انشاء پرداز و شاعر سر جھکا دیتے ہیں۔ روم کے عیسائیوں کو جو کہ ضلالت کے گڑھے میں گرے پڑے تھے، کوئی چیز نہیں نکال سکتی۔ سوائے اس آواز کے کہ جو غارِ حرا سے نکلی۔"

پروفیسری۔ کے ہٹی

پروفیسری۔ کے ہٹی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قرآن پاک محض مذہب کا دل اور خدائی حکومت کا راستہ دکھانے والی کتاب ہی نہیں، بلکہ یہ سائنس اور سیاسی دستاویزات کا (شاندار) مجموعہ ہے جس میں زمین پر خدائی حکومت (کی تشکیل) کیلئے قوانین درج ہیں۔"

بابا گورونانک

بابا گورونانک کا نام محتاج تعارف نہیں۔ ضلع لاہور کے تلونڈی نامی گاؤں میں کالو کھتری کے ہاں پیدا ہوئے۔ بابا گورونانک سکھوں کے مذہبی راہنما ہیں۔ انہوں نے اسلام اور اراکین اسلام کی تعریف و توصیف میں بہت لکھا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

عدد گنو جس انچھر کے کرو چوگناتا دو ملائو پنچ گن کچو کاٹو بیس بنا

نانک بچے سو نو گنے دو اس میں ملا اس بدھر کے نام سے نام محمد بنا
یعنی کوئی بھی مکمل عدد لے لیجئے (اس میں کوئی کسر نہ ہو) اُسے چار سے ضرب دے کر،
اس میں دو جمع کر کے پانچ سے ضرب دیجئے۔ پھر حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کیجئے جو عدد باقی بچ
چائے اُسے نو سے ضرب دے کر دو جمع کر دیجئے۔ اس طرح جواب "۹۲" آ جائے گا اور "۹۲"
حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ابجد ہیں۔

سوامی لکشمین جی مہاراج

یہ ایک معروف صاحب قلم ہیں۔ حضور باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انہوں نے
ایک کتاب بنام "عرب کا چاند" تصنیف کی۔ اس میں حضور سید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات
کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔
"نیک اور بلند خیالات کبھی فنا نہیں ہو سکتے۔ ان کی اہمیت سے اگر دنیا آج غافل ہے،
تو کل غافل نہیں رہے گی۔ جلد یا بدیر وہ اپنا اثر ضرور دکھائیں گے۔ یہی بات تبلیغ اسلام کے معاملہ
میں بھی ہوئی۔ جن لوگوں نے ابتداء میں اسلام کا مضحکہ اڑایا تھا، وہ بھی آخر کار اس کے جھنڈے
تیلے آ گئے اور جوں جوں دن، مہینے اور سال گزرتے گئے۔ اسلامی تعلیمات اپنی بلند پروازی،
اہمیت اور ہمہ گیری کی بدولت عام ہوتی گئیں اور اب بھی ان کے ماننے والوں کی تعداد میں روز
افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ مردم شماری کے اعداد و شمار اس کے دعویٰ کی صداقت پر شاہد عدل ہیں۔"

ڈاکٹر کیتھ ایل مور

"ڈاکٹر مور نے کہا کہ جنین کے پہلے ۲۸ دنوں کی ترقی کی قرآنی تفصیل میں اس قدر صحیح
تصویر کشی کی گئی ہے کہ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ قرآنی
آیات اور احادیث نبوی سائنس اور مذہب میں حائل خلیج کو دور کرنے میں مدد دے گی۔ ڈاکٹر مور

نے کہا کہ انہوں نے بائبل کا نیا اور پرانا عہد نامہ پڑھا ہے، لیکن انہیں کوئی حصہ قرآنی آیات کے ہم پلہ نہیں ملا۔"

نیز ڈاکٹر مور نے یہ بھی کہا: "مغربی ماہرین کو انسانی ارتقاء کے بارہ میں جو کچھ صرف پندرہ سال قبل معلوم ہوا ہے، وہ کچھ ساتویں صدی میں قرآن پاک میں سائنس کے اصولوں کے عین مطابق صحیح صحیح دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں۔"

سابقہ کتبِ سماوی میں ذکرِ رسولِ مکرم ﷺ

واقعاتِ علماء اہل کتاب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کا تذکرہ پہلی کتبِ سماوی میں بھی فرمایا ہے۔
قرآن پاک میں ارشادِ گرامی فرمایا۔

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ (سورة الاعراف - آیت ۱۵)
"(وہ نبی) کہ جسے (یعنی جن کا ذکر) وہ لکھا ہوا پائیں گے، اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔"

تورات و انجیل ہی کیا حضور سرورِ کائنات ﷺ کا شہرہ تو اُس وقت بھی تھا جب ابھی پہلے انسان (حضرت سیدنا آدم علیہ السلام) بھی معرضِ وجود میں نہ آئے تھے۔ خود حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْتَيْنِ (وفی روایۃ الاخر) وَآدَمُ بَيْنَ السُّوْحِ وَالْجَسَدِ (بخاری فی التاریخ، احمد، حاکم، بیہقی، ابی نعیم فی دلائل النبوة) یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا، جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ روح اور جسم کے درمیان تھے۔"

ابن عساکر نے حضرت کعب احبار سے روایت کی..... حضرت آدم علیہ السلام

نے اپنے بیٹے حضرت شیت علیہ السلام کو (بوقتِ رحلت یہ) وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹے! تم میرے بعد خلیفہ ہو، تم تقویٰ اختیار کرو اور جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اس کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرو، کیونکہ میں نے ان کا اسم گرامی ساقِ عرش پر اس وقت لکھا ہوا دیکھا جب میں روح اور مٹی کے درمیانی حالت میں تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا، تو میں نے آسمان پر کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی، جہاں (حضرت) محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا، تو میں نے جنت میں کوئی محل اور کوئی درجہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس پر اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہوا ہو۔ میں نے اسم محمد ﷺ حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی آنکھوں کی پتلیوں میں، شجر طوبیٰ اور شجر سدرة المنتہی کے پتوں پر لکھا دیکھا ہے۔ تم بھی کثرت سے اُن کا ذکر کرو، کیونکہ فرشتے بھی ہر وقت ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ، جز اول)

حضرت عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام

ابن عسا کر نے تاریخ دمشق میں محمد بن حمزہ سے روایت کیا اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں سنا، تو آپ ﷺ سے ملاقات کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان (عبداللہ بن سلام) سے فرمایا: تم عالم، ابن سلام ہو، میں تمہیں (خدائے لم یزل) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تورات میں میرا تذکرہ موجود ہے؟ ابن سلام بولے، پہلے آپ (ﷺ) اپنے رب کے بارے میں بتائیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ پر آثارِ نزولِ وحی طاری ہو گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ آیات مقدسہ تلاوت فرمائیں۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ① اللَّهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ ③ لَمْ يُولَدْ ④ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ⑤

یہ آیات سن کر ابن سلام کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول

ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ تورات میں آپ علیہ السلام اس طرح مذکور ہے۔

"اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں پھرنے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ درگزر کرنے اور معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک نہ اٹھائے گا، جب تک کہ آپ کی تعلیم سے آپ کی امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اندھوں کو بینا اور بہروں کو سننے کے قابل بناتا ہے اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔"

مدارج النبوة میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے (ایمان لانے سے قبل) حضور سرورِ عالم ﷺ سے جو سوالات کئے، اُن میں یہ بھی تھے کہ ابنِ سلام نے عرض کیا بتائیے علامات قیامت کیا ہیں اور بتائے کہ جنت میں جب حق تعالیٰ جل شانہ اہل ایمان کو کھانا کھلائے گا تو وہ کھانا کیا ہوگا اور یہ بھی فرمائیے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نسلِ انسانی میں کوئی بچہ ماں کی اور کوئی بچہ باپ کی شکل جیسا کیوں ہوتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ یہ وہ سوالات تھے کہ جن کا علم انبیاء کرام ہی کو ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تاجدارِ مدینہ، حضور رحمتِ عالم ﷺ نے وحی الہی کے ذریعے ان سوالات کے یہ جوابات مرحمت فرمائے۔ فرمایا: "قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ مشرق کی جانب سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مغرب کی طرف ہانک کر لے جائے گی، جس طرح چرواہا بکریوں کو ہانکتا ہے اور فرمایا: جنتیوں کیلئے سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہوگی اور یہ نہایت ہی لذیذ اور مرغوب ہوگی۔ تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا مادرِ رحم میں جس کا نقطہ مقدم اور غالب ہوگا، اُس کے مشابہ بچہ پیدا ہوگا۔ ان جوابات کو سنتے ہی حضرت عبداللہ بن سلام مشرب بہ اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود بہت جھوٹی اور بہتان

تراش قوم ہے۔ باوجودیکہ یہ مجھے اپنا سردار اور جید عالم تسلیم کرتے ہیں اور میرے والد کو بھی اپنا سردار اور جید عالم تسلیم کرتے تھے، لیکن جب وہ سنیں گے کہ میں ایمان لے آیا ہوں تو بہتان تراشی کریں گے اور اپنے اعتقاد کے خلاف کہیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ میرا اسلام اُن پر ظاہر ہونے سے قبل آپ اُن کا امتحان لیں اور ملاحظہ فرمائیے کہ میرے متعلق اُن کا کیا خیال ہے؟ اس پر حضور سید عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو ایک پوشیدہ مقام پر بٹھادیا اور یہودیوں کو طلب فرما کر ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کیلئے لائق نہیں اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں تم نے یہ تورات میں پڑھا بھی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ تم ایمان نہیں لائے؟ یہودی بولے:

"ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اچھا بتاؤ عبداللہ بن سلام کیسے شخص ہیں؟" وہ کہنے لگے: "وہ ہمارے سردار، ہمارے سردار کے تحت جگر، ہم میں سے بہت بڑے عالم، اور سب سے زیادہ علم والے کے فرزند۔ ہمارے پیشوا، ہم میں سے بہترین، ہم میں سے دانا اور دانا ترین شخص کے فرزند ہیں، وہ اور ان کے آباؤ اجداد ہم میں سے بہترین ہیں۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا پھر یہ بتاؤ کہ اگر وہ ایمان لے آئیں۔

"یہودی بولے" حق تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے، وہ کیوں ایمان لائیں گے۔" حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کو بار بار دہرایا اور مذکورہ بالا جواب ہی دیتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ابن سلام باہر آؤ، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے: اے گروہ یہود خدائے لم یزل سے ڈرو اور محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ، کیونکہ یقینی طور پر جانتے ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہودی بولے: "تم جھوٹے ہو، ہم نہیں جانتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔" اور حضرت ابن سلام کے متعلق کہنے لگے: یہ ہم میں بدترین ہیں اور بدترین کے فرزند ہیں۔ یہ خود جاہل ترین اور جاہل ترین کے فرزند ہیں۔"

حالانکہ وہ اسی نشست میں تھوڑی دیر پہلے حضرت ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

سلمہ بن سلامہ کا قبول اسلام

ابن اسحاق، احمد، بخاری، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابی نعیم محمود بن لبید سے بیان کرتے ہیں اور وہ سلمہ بن سلامہ بن قش سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں ایک یہودی تھا۔ ایک مرتبہ وہ (قبیلہ) بنو عبد اشہل میں آیا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے، قیامت، جنت، دوزخ، حساب اور میزان کا ذکر کرنے لگا۔ وہ ان باتوں کا تذکرہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کریمہ سے قبل بت پرستوں سے کر رہا تھا وہ بت پرست مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ وہ اس کی باتیں سن کر لوگ کہنے لگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں اور اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں داخل کئے جائیں گے؟ یہودی نے کہا: "ہاں! اور تم کھا کر کہنے لگا: "اگر تم اپنے گھروں میں بہت بڑی آگ جلا کر مجھے اُس میں دھکیل دو اور پھر میری راکھ مٹی میں ملا دو، پھر بھی میں کل کو زندہ ہو جاؤں گا۔" لوگوں نے پوچھا: "اچھا اس کی کوئی نشانی بیان کرو۔"

یہودی بولا: "ملک کی اس جانب سے ایک نبی مبعوث ہوگا۔" یہ کہہ کر اُس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ حاضرین مجلس نے دریافت کیا: "یہ نبی کب تشریف لائیں گے؟ یہودی نے میری طرف دیکھ کر کہا اور میں (تقریباً) سب سے چھوٹا تھا..... کہ اگر اس نوجوان کی عمر پوری ہوئی تو یہ ضرور اُس کو پالے گا، چنانچہ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد حضور نبی کریم ﷺ مبعوث ہو گئے (پھر مدینہ طیبہ) تشریف لائے ہم (یہودی کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر) ایمان لے آئے اور وہ یہودی جو کہ ابھی زندہ تھا، محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے کفر پر ڈٹا رہا۔ ہم نے اُس سے کہا تو تو ایسا کہا کرتا تھا۔ یہودی کہنے لگا وہ دراصل کسی اور کیلئے کہتا تھا، ان کیلئے نہیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۱)

محمد بن عدی کے قبول اسلام کا واقعہ

بیہقی، طبرانی، ابونعیم اور خرائطی خلیفہ بن عبدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے سوال کیا کہ دور جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام "محمد" کیوں رکھا؟ وہ کہنے لگا میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا، تو انہوں نے بتایا کہ بنی تمیم کے چار اشخاص میں، سفیان بن مجاشع، یزید بن عمر اور اسامہ بن مالک، شام کے سفر پر روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر ہم ایک تالاب کے جس کے گرد خوب گھنے درخت تھے، رک گئے۔ ہمارے پاس ایک راہب آیا اور بولا: "تم کون لوگ ہو؟" ہم نے کہا: ہم قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُس نے کہا "تم میں عنقریب ایک بنی ظاہر ہوگا، جلدی جاؤ اُس کی پیروی کرو، کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔" ہم نے پوچھا: اُس کا نام کیا ہے؟ اُس نے بتایا: اُس کا نام "محمد" ہے۔ چنانچہ جب ہم گھر پہنچے تو ہم نے اپنے اپنے نومولود بچے کا نام محمد رکھ دیا (کہ شاید یہی نبی ہو) (خصائص کبریٰ جز اول)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم ابن اسحاق سے وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے وہ محمود بن لبید سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے بیان کیا کہ میرا باپ کسان تھا اور مجھ سے شدید محبت کرتا تھا، مجھے گھر سے باہر نہ جانے دیتا۔ ہم آگ کی پوجا کرتے تھے اور آگ میرا باپ جلایا کرتا تھا۔ مجھے مجوسیت کے سوا کسی مذہب کی خبر نہ تھی۔ ایک دن میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا کہ بیٹے! زمین کا کچھ پتہ نہیں، اس کی خبر لینا ضروری ہے۔ تم زمین پر جاؤ اور لوگوں کو کام بتا کر جلدی واپس آ جانا، کیونکہ میں تمہارے بغیر پریشان ہو جاتا ہوں، چنانچہ میں زمین کی طرف روانہ ہو گیا، راستے میں مجھے ایک کلیسا ملا، جس سے آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے اس سے متعلق پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ عیسائی

نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو نماز کا منظر مجھے بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھا رہا۔ میرے باپ نے میری تلاش میں کئی افراد کو بھیج رکھا تھا، جبکہ میں زمین پر گیا ہی نہ تھا۔ جب میں شام کو گھر گیا، تو میرے باپ نے دریافت کیا کہ اتنی دیر کیوں لگائی، جلدی واپس کیوں نہیں آئے؟

میں نے کہا کہ میں نے عیسائیوں کو دیکھا ہے، اُن کی نماز اور دعا مجھے بہت پسند آئی، چنانچہ میں اُسی جگہ بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ میرا باپ بولا: "تیرا اور تیرے باپ دادا کا دین اُن سے بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، انہی کا دین بہتر ہے، کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اُسی کو پکارتے ہیں اور اُسی کی نماز پڑھتے ہیں، جبکہ ہم اس آگ کی پوجا کرتے ہیں، جسے ہم خود جلاتے ہیں اور جب چھوڑ دیتے ہیں تو بجھ جاتی ہے۔"

میرا باپ میری باتیں سن کر میری طرف سے خائف ہو گیا اور مجھے پاہ زنجیر کر کے گھر میں ڈال دیا۔ میں نے کسی کے ذریعے عیسائیوں سے دریافت کیا کہ تمہارا مذہب کہاں سے حاصل کروں۔ انہوں نے بتایا کہ شام جاؤ۔ اس پر میں نے پیغام بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے مطلع کر دیں۔ چنانچہ جب شام سے تجارتی قافلہ آیا تو انہوں نے مجھے خبر کر دی اور جب قافلہ واپس ہوا۔ میں بھی فرار ہو کر اُن سے جا ملا اور شام پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس مذہب کا سب سے بڑا عالم کلیسا کا پادری ہے۔ چنانچہ میں کلیسا میں پہنچا اور پادری سے وہاں رہنے، عبادت کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مانگی۔ پادری نے اجازت دے دی اور میں نے اُس کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ مگر وہ زیادہ اچھا آدمی نہیں تھا لوگوں کو صدقات و خیرات کی تعلیم دیتا اور جب لوگ مال و دولت اُس کے پاس لاتے تو پادری غریبوں میں تقسیم کرنے کی بجائے خود رکھ لیتا۔ مجھے اُس کا یہ فعل سخت ناپسند تھا۔ جب پادری مر گیا اور لوگ اُس کی تدفین کو جمع ہوئے، تو میں نے حقیقتِ حال واضح کر دی۔ لوگوں نے مجھ سے دلیل مانگی، تو جواباً میں اُس کا خزانہ اُن کو دیکھا دیا اور یہ سات مٹکے تھے، جن میں سونا اور چاندی بھرا ہوا تھا۔ اُس کی یہ

حرکت دیکھ کر لوگوں نے اُسے دفن کرنے کی بجائے اُسے ایک لکڑی سے لٹکا کر پتھر مارے۔ اس کے بعد ایک اور شخص کو پادری بنادیا گیا۔

خدا کی قسم میں نے اُس جیسا نمازی نہیں دیکھا تھا، وہ بڑا عابد و زاہد اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتا، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں اُس کی خدمت میں لگا رہا، یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہو گیا، تو میں بہت پریشان ہوا اور اُس نے کہا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ اُس نے کہا "موصل میں فلاں شخص ہے، اُس کے پاس چلے جاؤ، اسے میرے جیسا ہی پاؤ گے۔" غرض اس پادری کی وفات کے بعد میں موصل چلا گیا اور اُس پادری سے ملا تو یہ بھی پہلے پادری کی طرح عابد و زاہد اور نیک آدمی تھا، میں نے اسے اپنا واقعہ سنایا اور اُس کے پاس رہنے لگا۔

جب وہ قریب المرگ ہوا تو اُس نے مجھے نصیحت کی اور کہا: "میرے بیٹے! نصیبین میں ایک شخص ہے اور وہ بھی ہماری ہی طرح کا ہے، اُس کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ اس کی وفات کے بعد میں نصیبین آ گیا اور اس پادری کو بتایا کہ مجھے فلاں پادری نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، چنانچہ اُس نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا، یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آ گیا تو میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اب آپ مجھے کس کے پاس بھیجیں گے؟ اُس نے کہا "سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ایک شخص ہم جیسا ہے، اس کے پاس چلے جانا۔" بہر حال اس پادری کی وفات کے بعد میں عموریہ پہنچ گیا اور یہ شخص بھی بہت عابد و زاہد اور خدا ترس انسان تھا۔ یہاں میں نے کچھ محنت مزدوری بھی شروع کر دی۔ اس طرح میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہو گئیں، مگر جب اُس کی وفات کا وقت قریب آیا، تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ میری رہنمائی فرمائیے اور بتائیے کہ میں کہاں جاؤں؟ وہ کہنے لگا:

"اے بیٹے! اب کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے پاس تجھے بھیج دوں، مگر ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے، وہ حرم مکہ میں پیدا ہوگا اور کھجوروں والی شوز زمین میں، ہجرت فرمائے گا۔ اُن کی نبوت کی کھلی کھلی نشانیاں ہوں گی۔ اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، وہ ہدیہ تو

کھائیں گے، مگر صدقہ تناول نہ فرمائیں گے۔ اگر تم سے ہو سکے، تو وہاں پہنچ جاؤ، کیونکہ ان کی بعثت کا زمانہ نہایت قریب ہے۔"

اس برگزیدہ شخص کی وفات کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ بنو کلب کے تاجروں کے ایک قافلہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ سرزمین عرب لے چلو اور اُجرت میں میرے جانور لے لو۔ "میرے قافلے والوں نے میرے ساتھ زیادتی کی کہ میرے جانور ضبط کر لیے اور مجھے بھی وادیِ قرئی کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب میں نے وادیِ قرئی میں کھجوروں کے درخت دیکھے تو یہی خیال کرتا رہا کہ یہ ہی وہ سرزمین ہے جس کے متعلق اُس پادری نے مجھے بتایا تھا۔ پھر بنی قریظہ کا ایک شخص وادیِ قرئی میں آیا۔ اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لے آیا۔ خدا تعالیٰ کی قسم جوں ہی میں نے مدینہ دیکھا تو میں نے اس سرزمین کو پہچان لیا۔ بہر حال میں ایامِ غلامی گزارتا رہا۔ رسول اللہ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہو چکے تھے، مگر مجھے خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ ایک دن میں اپنے مالک کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ اس کا بھتیجا آیا اور کہنے لگا: بنی قریظہ کا ناس ہو مکہ سے ایک شخص ہجرت کر کے قبائیں آیا ہے اور یہ سب قبائیں اس کے گرد گرد جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ (آنے والے) خدا کا نبی ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی مجھ پر لرزہ ساطاری ہو گیا اور میں خود پر قابو نہ رکھ سکا (گرنے سے بچنے) کیلئے اپنے مالک کا سہارا لیے ہوئے میں نے کہا: "یہ کیسی خبر ہے؟" میرے مالک نے مجھے ایک گھونسا مارا اور کہا: تجھے کیا؟ تو اپنا کام کر۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ باقی میں نے ایک خبر سنی، تو مجھے اس کے جانے کا شوق ہوا۔ بہر کیف میں وہاں سے نکلا، تو مجھے میری ہم وطن ایک عورت مل گئی، اُس کا سارا گھرانہ اسلام لے آیا تھا، اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا پتہ دیا۔ میرے پاس تھوڑا سا کھانا تھا، وہ لے کر میں قبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ خدمتِ فیض درجۂ جنت میں حاضر ہوا، تو میں نے عرض کیا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک بندے ہیں اور پردیسی ہیں، اس لیے یہ کھانا بطور صدقہ حاضر خدمت ہے، قبول فرمائیے۔" حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور اپنے

ساتھیوں سے فرمایا: تم کھاؤ۔" میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت تو دیکھ لی میں تو واپس آ گیا اور حضور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں نے کچھ عرصہ پھر کچھ جمع کیا اور حاضر خدمت ہو گیا اور عرض کیا کہ "یہ لیجئے یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے۔" آپ ﷺ نے قبول فرما کر خود بھی تناول فرمایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ نے بھی۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔

چند روز بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دواؤنی چادریں زیب تن فرما رکھی تھیں اور ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، میں گھوم کر پیچھے آیا تو مہر نبوت دیکھ سکوں۔ آپ ﷺ میرے دلی ارادہ کو جان گئے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر کھسکا دی۔ مہر نبوت کی زیارت کرتے ہی (فرط جذبات سے) میں رونے لگا اور مہر نبوت کو چومنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: سلمان! میرے سامنے آؤ۔" میں سامنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے گزشتہ واقعات سننے کا حکم دیا۔ میں تمام واقعات سنا چکا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "سلمان تم "مکاتبت کرلو۔" میں نے اپنے مالک سے مکاتبت "کرنا چاہی، تو اُس نے تین سو کھجوروں کے درخت لگانے، یہاں تک کہ اُن کو پھل لگے اور چالیس اوقیہ سونے کے عوض مکاتبت کرنے کو کہا۔ میں نے خدمت انور میں یہ واقعہ عرض کر دیا۔ چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی سے تعاون کرو۔ اس پر کسی نے دس، کسی نے بیس، کسی نے تیس پودے مجھے دے دیئے۔ رسول اللہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان پودوں کیلئے گھڑے کھودو اور جب کھود چکو تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ میں گھڑے کھودنے لگا اور اس کام میں صحابہ کرم نے بھی میری مدد کی۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ہم آپ ﷺ کو پودے اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اور حضور رحمت عالم ﷺ انہیں گڑھوں میں رکھتے اور مٹی برابر کرتے رہے۔ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ تمام کے تمام اسی سال پھل لے آئے، سو ایک پودے کے جو کسی صحابی

نے لگایا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پودے کو اکھاڑا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ لگا دیا تو وہ پودا بھی اسی سال پھل لے آیا۔ اب میرے ذمہ صرف سونا باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ کے پاس کسی کان سے کبوتر کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان یہ لے اور جو کچھ تمہارے ذمہ ہے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ اس سے میری ادائیگی کس طرح ہوگی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی سے ادا کر دے گا۔ (چنانچہ میں اُس میں سے تول تول کر اپنے مالک کو دینے لگا تو) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے اپنے مالک کو چالیس اوقیہ سونا ادا کر بھی دیا، مگر ابھی تک میرے پاس اتنا ہی سونا موجود تھا۔ (خصائص کبریٰ جز اول وابن سعد)

عظیم عیسائی بادشاہ ہرقل روم کا تذبذب

ہجرت کے چھٹے سال (عند البعض ساتویں) سال حضور اکرم ﷺ (فداہ امی و ابی) ﷺ نے مختلف بادشاہان زمانہ کی طرف خطوط ارسال فرمائے۔ ان بادشاہوں میں سے ہرقل روم کی طرف حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامہ اقدس دے کر روزانہ فرمایا۔ مکتوب گرامی کا مضمون اس طرح تھا۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ محمد بن عبد اللہ بندہ خدا اور اُس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم روم کی جانب، سلام ہو، اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد، میں تجھ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ تم سلامت رہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ گے، تو دو گنا اجر ملے گا۔ اگر نافرمانی کرو گے، تو تمہاری رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف، جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ بنائیں (اب) تم اگر اعراض کرو تو کہہ دو، تم

گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

ہرقل روم جب حضور اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی کے مضمون سے باخبر ہوا تو اس قدر مبہوت ہوا کہ اُس کی پیشانی پر پسینہ جاری ہو گیا اور اس کی مجلس میں شو و غوغا برپا ہو گیا۔ ہرقل نے ارکانِ حکومت سے کہا: "تلاش کرو کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص موجود ہے کہ جو اس مدعی نبوت کی قوم سے ہوتا کہ میں اُس سے کچھ باتیں دریافت کروں۔" اتفاقاً ابوسفیان بن حرب بغرض تجارت شام گیا ہوا تھا۔ ابی سفیان اب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا، لوگ اسے ہرقل کے پاس لے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی سفیان سے نقل کرتے ہیں: (ایمان لانے کے بعد ابی سفیان نے بتایا جب ہم (اہل قافلہ) کو قیصر روم کے دربار میں پیش کیا گیا تو اُس نے (مترجم کے ذریعے) دریافت کیا کہ "تم میں سے کون اُس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔" میں نے کہا کہ "میں ہوں، کیونکہ وہ چچا کے بیٹے ہیں۔" (ابی سفیان نے مزید بتایا کہ) مجھے ہرقل کے سامنے کھڑا کر دیا گیا اور میرے ہمراہیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر دیا۔ ہرقل نے ترجمان (مترجم) کے ذریعے سے میرے ساتھیوں کو کہا کہ "میں ابی سفیان سے اُس مدعی نبوت کے متعلق کچھ سوال کروں گا، اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے ٹوک دینا۔" ابی سفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ میرے جھوٹ کو ظاہر کر دیا جائے گا تو میں ضرور حضور اکرم ﷺ پر بہتان تراشی کرتا۔

ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا اس (ابوسفیان) سے سوال کر کہ "اس (مقدس) ہستی کا حسب و نسب تمہارے اندر کیسا ہے؟" میں نے کہا: "وہ ہمارے اندر صاحبِ حسب (یعنی بہت ہی شریف النسب) ہیں۔" ہرقل نے کہا: "اُس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟" میں نے کہا نہیں۔ اُس نے پوچھا: "کیا اس دعویٰ نبوت سے قبل ان پر کسی نے جھوٹ کی کوئی تہمت لگائی۔" میں نے کہا "نہیں۔" اس نے پوچھا "اُس کے اتباع بڑے اور امیر لوگ کرتے ہیں یا ضعیف و کمزور" میں نے کہا "ضعیف اور کمزور" لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اُس نے پوچھا: "ایمان

لانے والوں کی تعداد (دن بدن) زیادہ ہوتی ہے یا کم؟" میں نے کہا "بلکہ زیادہ ہو رہی ہے۔" اُس نے پوچھا: "کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اُسے ناپسندیدہ جان کر مرتد ہوا ہے؟" میں نے کہا "نہیں۔" ہر قل نے پوچھا "تم نے ان سے لڑائی کی؟" میں نے کہا: "ہاں!" اُس نے پوچھا: پھر تمہاری لڑائی کیسی رہی؟ میں نے کہا "ڈول کی مانند، کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ہم۔" اُس نے پوچھا: "کیا کبھی انہوں نے عہد شکنی کی؟" میں نے کہا نہیں۔ البتہ اب معاہدہ (صلح حدیبیہ والا) ہوا ہے، دیکھیں اس میں کیا کرتے ہیں..... ابی سفیان نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اس بات کے سوا میں کوئی بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہ کہہ سکا۔" ہر قل نے پوچھا: اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے؟" میں نے کہا نہیں۔" پھر ہر قل نے ترجمان سے کہا: "تو نے کہا وہ عالی نسب ہیں، تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوموں میں عالی نسب ہی ہوتے ہیں (تاکہ اُن پر ایمان لانے والے میں کسی کو عار نہ ہو) میں نے تجھ سے پوچھا کہ اُس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تو نہ تھا؟ تو نے جواب دیا نہیں۔" اگر اس کے باپ ادا سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے اُس کے تابعداروں کے متعلق سوال کیا کہ سردار ہیں یا ضعیف تو نے کہا: "بلکہ ضعیف لوگ۔" میں کہتا ہوں ٹھیک ہے (ابتداء) ہمیشہ ضعیف لوگ ہی رسولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس سے قبل اُس پر کسی نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے تو نے کہا نہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ تعالیٰ پر کیونکر جھوٹ بولے گا۔ پھر میں نے پوچھا کہ اُس کے دین ناپسندیدہ خیال کر کے کسی نے چھوڑا؟ تو نے کہا نہیں۔

پس میں جانتا ہوں کہ ایمان کی لذت ہی ایسی ہوتی ہے جبکہ ایمان دلوں میں گھر کر جائے۔ پھر میں نے اس کے فرمانبرداروں کے متعلق سوال کیا کہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو نے جواب دیا زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اسی طرح دین و ایمان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔ پھر میں نے تجھ سے لڑائی کے متعلق سوال کیا، تو تو نے بتایا کہ "یہ مثل

ڈول کے ہے، کبھی وہ غالب رہتا ہے، کبھی ہم۔" اور ایسے ہی پیغمبروں کو آزمایا جاتا ہے، بالآخر فتح اُن ہی کی ہوتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ کبھی اُس نے عہد شکنی کی؟ تو نے جواب دیا "نہیں۔" اور یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا: "یہ دعویٰ اس سے پہلے (یعنی ان کے والد، چچا یا داد جان) میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا؟ تو نے جواب دیا: "نہیں" اگر اس سے قبل اس کے کسی رشتہ دار نے یہ دعویٰ کیا ہوتا، تو میں کہتا اس نے بھی اُسی کی پیروی کی ہے۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ ہر قل نے پوچھا: "وہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟" میں نے کہا وہ ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور حرام سے بچنے کے متعلق حکم دیتا ہے۔ ہر قل نے کہا: "اگر یہ بات سچ ہے جو تو کہتا ہے تو وہ سچا نبی ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے، لیکن میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم سے ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا، تو میں اس سے ملاقات کرتا۔ اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو میں اُن کے قدم دھوتا اور اس کی حکومت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں کی زمین (یعنی میرے اس ملک اور محل پر بھی غلبہ ہوگا۔ پھر ہر قل نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ اقدس منگوا یا اور اس کو پڑھا۔"

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ، باب علامات النبوة)

مدارج النبوة میں ہے کہ (اس کے بعد) ہر قل حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلوت میں لے گیا اور بولا: "خدا کی قسم، میں جانتا ہوں وہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے ہم منتظر تھے اور جن کی صفات ہم نے کتب سماوی میں پڑھی ہیں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے پیروی کی تو رومی مجھے ہلاک کر دیں گے۔"

اس کے بعد ہر قل نے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روم میں عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور عالم "صنعاطر" کی طرف بھیجا۔ جب حضرت وحیہ کلبی ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: "خدا کی قسم محمد ﷺ نبی برحق ہیں اور یہ ہی وہ نبی ہیں کہ جن کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھیں۔ ہم ان کی نبوت میں کوئی بھی شبہ نہیں رکھتے۔" اس کے بعد "صنعاطر"

اٹھے اور کینسہ (گرجا) میں آئے اور کہا: "اے اہل روم: احمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہمارے پاس ایک نامہ اقدس آیا ہے۔ اس خط میں ہمیں دین حق کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی رسالت کی حقیقت آفتاب کی مانند روشن ہے۔ تم اقرار کر لو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔" یہ سنتے ہی اہل روم نے اپنے سب سے بڑے عیسائی عالم دین حضرت صنعاطر پر حملہ کر دیا اور ان کی تکہ بوٹی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرقل کے پاس لوٹ آئے اور تمام واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ ہرقل نے کہا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں نصاریٰ سے ڈرتا ہوں۔ خدا کی قسم! صنعاطر قوم میں مجھ سے زیادہ باعزت بزرگ تھا۔ اہل روم مجھ سے کہیں زیادہ اس کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے۔ (یعنی اُس کا حال تم دیکھ چکے ہو) بعد ازاں ہرقل نے عظمائے روم کو اپنے قصر میں جمع کیا اور قصر کے دروازے بند کر دیئے۔ پھر خود محل کے بالا خانے سے اُن کو مخاطب ہوا کہ "اے سردارانِ روم میرے پاس نبی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے۔ یہی وہ نبی منتظر ہے کہ جن کا ہم کو انتظار تھا اور جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے جس کے زمانہ ظہور کی نشانیاں ہمارے سامنے آچکی ہیں، اس لیے تم اس نبی کی اتباع کرو تا کہ تمہیں دنیا و آخرت میں سلامتی ملے۔ رومیوں نے جب ہرقل کی زبانی یہ کلمات سنے، تو بالاتفاق اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور شور و غل مچاتے ہوئے دروازوں کی طرف بھاگے، مگر دروازوں کو بند پایا۔ ہرقل نے دوبارہ اُن کو آواز دی اور کہا: "تم خاطر جمع رکھو، میں نے یہ باتیں اس لیے تم سے کہیں تاکہ تمہیں دیکھوں کہ تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو۔ اب میں نے جان لیا ہے کہ تم ثابت قدم ہو۔" اس پر سب راضی ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کر کے واپس چلے گئے۔

(خصائص کبریٰ، مدارج النبوة)

حضرت شاہ نجاشی حاکم حبشہ و علماء نصاریٰ کا قبول اسلام

۵۵ھ نبوی ماہ رجب المرجب کو کفار مکہ کی جلادانہ بے رحمیوں اور عبرت خیز سفاکیوں سے تنگ آ کر مظلوم مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تاکہ چین اور سکون سے عبادتِ خداوندی کر سکیں لیکن جب قریش مکہ کو اس ہجرت کی خبر ہوئی تو انہوں نے فوراً عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس مختلف ہدایا اور تحفوں کے ساتھ ایک وفد بھیجا تاکہ اہل ایمان کے سکون کو برباد کیا جاسکے۔ وفد کے ارکان حبشہ پہنچ کر سب سے پہلے درباری پادریوں سے اور عالموں سے ملے، اُن کو تحائف اور نذرانے پیش کئے اور گزارش کی کہ کل نجاشی شاہ کے دربار میں ہماری طرف داری کریں۔ دوسرے روز قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں پیش ہوا اور بیش قیمت تحائف نذر کئے۔ جب نجاشی خوش ہو گیا، تو وفد نے گزارش کی کہ حضور آپ کے ملک میں ہمارے ملک کے کچھ بھگوڑے ایک نئے مذہب کے پیروکار آگئے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ آپ کے ملک میں فتنہ پھیلا دیں گے۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے بھگوڑے ہمارے سپرد کیے جائیں۔ درباری علماء اور پادریوں نے بھی اس بات کی خوب خوب تائید کی۔ نجاشی کے حکم سے مسلمانوں کو دربار میں پیش کیا گیا۔ نجاشی نے سوال کیا: "تم نے یہ کونسا دین ایجاد کیا ہے جو بت پرستی اور عیسائیت دونوں کے خلاف ہے۔" یہ سن کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اے بادشاہ! ہم جاہل، بت پرست، مردار خور اور بدکار تھے۔ ہم ہمسایوں کو سواتے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا اور قوی کمزور کو کھاتا۔ اسی اثناء میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا، جو انتہائی شریف، صادق اور امین ہے، اس نے ہم کو دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ ہم بت پرستی نہ کریں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عفیف و پاک دامن پر بدنامی کا دھبہ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ (صدقات) دیں، ہم اُس

پر ایمان لے آئے، شرک اور فتنج باتوں کو ترک کر دیا۔ اب ہماری قوم ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اسی گمراہی میں لوٹ آئیں۔"

نجاشی نے کہا: "جو کلام تمہارے پیغمبر پر اترا ہے، اس میں سے کچھ سناؤ۔" جواباً حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں، جنہیں سن کر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہی حال دربار میں موجود اکثر علما اور پادریوں کا تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوئے تو شاہ نجاشی نے کہا: "خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل مقدس ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے معلوم ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر وفد قریش کے تحائف ان کو واپس کر دیئے اور کہا: "میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہیں کروں گا۔" دوسرے روز اہل وفد نے بعض پادریوں کو لالچ دے کر دوبارہ دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا: حضور! یہ لوگ (مسلمان) آپ کے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح عقیدہ نہیں رکھتے۔ "یہ سن کر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟" حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "ہمارے پیغمبر نے بتایا کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے بندے، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: خدا تعالیٰ کی قسم جو تم نے کہا ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر نہ زیادہ اور نہ کم۔"

۶ھ میں حضرت نجاشی ایمان لے آئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(طبری، ابن ہشام، مستدرک حاکم کتاب التفسیر)

خسرو پرویز کا انکار اور تباہی

۶ھ اور ۷ھ میں جب سلاطین زمانہ کی طرف خطوط لکھے گئے تو اسی دوران ایک خط خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے نام بھی تحریر کیا گیا، چونکہ نامہ مبارک کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنے کے بعد لکھا تھا: "مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى كَسْرَىٰ عَظِيمِ فَارَسٍ" خسرو پرویز

خط کا عنوان پڑھتے ہی غصہ میں آ گیا اور بولا: "میرا غلام ہو کر مجھ سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔" (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ کہہ کر اُس نے نامہ اقدس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، لیکن کچھ ہی روز بعد اُس کے اور اُس کے سلطنت کے پرزے اڑ گئے۔

خسر و پرویز نے خط اقدس چاک کرنے کے بعد یمن کے گورنر باذان کو حکم شاہی بھیجا کہ صوبہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے دونامی گرامی بہادر پہلوانوں "بابویہ" اور "خرخرہ" کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ یہ دونوں عجیب ہیئت کدائی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضور انور ﷺ اس وقت مسجد نبوی میں تھے۔ جب یہ دونوں پہلوان بارگاہ اقدس میں داخل ہوئے تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، انہوں نے آ کر عرض کیا کہ "شہنشاہ عالم (کسریٰ) نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا ہے۔ اگر تعمیل حکم نہ کرو گے تو وہ تم کو اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ لیکن اگر تعمیل کرو گے، تو ہم سفارش کر کے تمہارا قصور معاف کروادیں گے۔" حضور سید عالم ﷺ نے اُن سے فرمایا: "آج تم جاؤ کل آنا ہم اس کا جواب دیں گے۔" یہ نامی گرامی پہلوان دربار اقدس سے باہر آ گئے تو آپس میں کہہ رہے تھے: "اس شخص کی کتنی ہیبت اور رعب ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر اور بیٹھے رہتے تو ڈر تھا کہ کہیں ہمارے جوڑ ہی الگ نہ ہو جائیں۔" بہر حال جب یہ دوسرے روز حاضر ہوئے تو حضور خواجہ کونین ﷺ نے فرمایا: جاؤ گورنر یمن کو جا کر بتادو کہ آج رات میرے رب العزت نے کسریٰ کو اُس کے بیٹے کے ہاتھوں ہلاک کر دیا ہے۔

پہلوان بولے: "خوب سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر یہ بات غلط ہوئی تو تمہاری خیر نہیں۔" حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا: "اپنے صاحب (باذان!) کو کہہ دو کہ بہت جلد میرا دین کسریٰ کی مملکت پر غالب آ جائے گا۔ اگر (اے باذان) تو ایمان لے آئے تو جتنا علاقہ تیرے زیر تسلط ہے، تجھے دے دیا جائے گا اور اہل فارس پر تو حکمران ہوگا۔"

اس کے بعد یہ دونوں پہلوان یمن کو روانہ ہو گئے اور مجلس شریفہ میں جو دیکھا یا سنا تھا،

سب من وعن باذان کو بتا دیا۔ باذان نے پوچھا: "کیا اُن کے پہرے دار یا محافظ ہیں؟" پہلوانوں نے کہا: "نہیں وہ تو گلی کو چوں میں بلا خوف و تردد چلتے پھرتے ہیں۔" باذان نے کہا: "جو کچھ تم نے نقل کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم: یہ بادشاہوں کی عادات و خصائل نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، لیکن ابھی ہمیں کسریٰ کے بارے میں خبر کا انتظار کرنا ہوگا۔ اسی دوران کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا قاصد خط لے کر باذان کے پاس پہنچا۔ جس میں لکھا تھا: "کسریٰ اعیان سلطنت اور امراء کو بلا وجہ قتل کرواتا تھا اور ملک میں تباہی و بربادی کا قصد کرتا تھا چنانچہ میں نے اُسے قتل کر کے لوگوں کو تباہی سے بچالیا۔ تم پر لازم ہے کہ میری اطاعت کرو اور وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اُسے کچھ نہ کہنا۔" باذان جب اس قصہ سے باخبر ہوا تو اُسی وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (مدارج النبوة - طبری - ابن خلدون)

عیسائی علماء کا مباہلہ سے فرار

حضور سید عالم ﷺ کے وصال شریفہ سے ایک سال پیشتر علاقہ نجران کے ساٹھ عیسائیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ میں آیا۔ اس میں چوبیس اشراف اور تین چوٹی کے پادری شامل تھے۔ ان پادریوں کے نام یہ تھے۔ (۱) عبدالمسیح جن کا لقب عاقب تھا۔ (۲) سید، جن کا نام ایہم یا شرجیل (۳) ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا استقف (بڑا پادری تھا)۔ یہ سب بعد از نماز عصر مسجد نبوی شریفہ میں داخل ہوئے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی، تو یہ بحث کرنے لگے اور بولے: "تم کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں، تو پھر بتاؤ کہ ان کا باب کون تھا؟" ان کے جواب میں سورۃ آل عمران کی آیات کا نزول ہوا۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ فَفِئْتُمْ

نَبِيَّهْلُ فَنَجْعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِينَ ﴿٦١﴾

"بیشک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی مثل ہے کہ انہیں (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ یہ بات تیرے رب کی طرف برحق، تو (اے سننے والے) تو شک میں نہ پڑنا۔ اگر تمہارے پاس علم آ جانے کے بعد بھی یہ (عیسائی) تم سے جھگڑا کریں تو فرما دیجئے کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، ہم اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو، پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی۔"

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نہ باپ تھا، نہ ماں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا تو کیا عجب ہے۔ اگر عیسائی اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں، تو ان سے فرماؤ کہ ایک صورتِ فیصلہ کی یہ بھی ہے..... اور یہ فیصلہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں ہوتی۔ خدائے لم یزل جھوٹے کو سزا دیتا ہے۔ ایسے کرو کہ تم اپنی آل و اولاد کے ساتھ آ جاؤ اور میں اپنی آل و اولاد کے ساتھ آ جاتا ہوں۔ پھر دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتے ہیں۔ جو جھوٹا ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک فرما دے گا (اہل اسلام اسے مباہلہ کہتے ہیں) چنانچہ عیسائی بولے: "ہمیں کل تک مہلت دیں۔" دوسرے روز حضور انور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت امام حسین کو گودی میں اٹھایا، امام حسن کی انگلی پکڑی، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس طرح یہ حضرات میدانِ مباہلہ میں پہنچے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: "میں دعا کروں گا، تم آمین کہنا۔" جب نصاریٰ کے اسقف نے ان حضرات کو دیکھا تو بولا: "اے گروہ نصاریٰ میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ یہ دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے، تو یقیناً ان کی دعا سے ہٹ جائے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی موجود نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تمہیں ان کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور وہ

تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں قولِ فصیل لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس قوم نے بھی پیغمبر سے مقابلہ کیا، وہ ہلاک ہوگئی۔ "عیسائی یہ سن کو ڈر گئے اور مباہلہ سے انکار کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اگر مباہلہ نہیں کرتے تو ایمان لے آؤ۔" انہوں نے کہا: آپ ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیجئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر جنگ کرلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جنگ کی ہم میں طاقت نہیں۔ البتہ ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار کپڑوں کے جوڑے، ہر جوڑا کم از کم چالیس درہم کا ہوگا۔ بطور جزئیہ پیش کریں گے۔ (ایک روایت میں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہیں اور تیس نیزے بھی مذکور ہیں)۔ ان شرائط پر صلح ہوگئی۔ پھر ان کی خواہش پر حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور قاضی (جج) ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ کچھ مدت بعد سید اور عاقب واپس آئے اور مسلمان ہو گئے۔

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بنا دیئے جاتے اور یہ وادی ان پر آگ برساتی، تمام اہل نجران کو تباہ و برباد کر دیا جاتا، حتیٰ کہ وہ جانور بھی ہلاک ہو جاتے، جو درختوں پر ہوتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ روئے زمین سے نصاریٰ ختم ہو جاتے۔"

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب جانتے تھے کہ یہ وہی رسولِ برحق ہیں کہ جن کا ذکر تورات و انجیل میں موجود ہے۔ اسی لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی، کیونکہ انسانوں کو تو دھوکا دیا جاسکتا ہے، لیکن معاذ اللہ۔ خود اُس خدا تعالیٰ کو تو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ کیا معاندین اسلام عیسائی یہ بتا سکتے ہیں کہ اگر نصاریٰ کو یقین نہیں تھا تو انہوں نے مباہلہ کی جرات کیوں نہ کی؟

اس قسم کے یعنی علماء اہل کتاب کے بہت سے واقعات کتبِ احادیث و سیر میں مذکور ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب نہ صرف حضور اکرم ﷺ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام تک سے واقف تھے۔

موجودہ بائبل میں ذکرِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

ہم مسلمانوں کے نزدیک، بلکہ خود عیسائی مصنفین کے نزدیک موجودہ بائبل میں زبردست تحریف ہوئی (جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ) بائبل میں تحریف کرنے والوں نے خوب من مرضی سے کام لیا۔ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا ذکر خیر چن چن کر نکال دیا گیا۔ انجیل برنباس جو کہ اصل انجیل سے بہت حد تک قریب تھی، اسے ممنوع لٹریچر میں شامل کر دیا گیا۔ ان تمام تر گھناؤنی سازشوں کے باوجود موجودہ بائبل میں بہت سی جگہوں پر حضور سرورِ عالم ﷺ کا تذکرہ موجود ہے۔

بشارت (۱): موجودہ بائبل کے عہد نامہ جدید میں شامل کتاب متی کی انجیل، باب ۲۱-۳۳ تا ۴۲ میں ایک تمثیل بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص نے باغ لگایا اور باغبانوں کے حوالہ کر دیا، جب پھل لگ کر پک گئے، تو مالک باغ نے اپنے نوکروں کو بھیجا تا کہ وہ باغ کے پھل لائیں، مگر باغبانوں نے کسی کو قتل کیا، اور کسی کو پیٹا، مالک نے دوبارہ زیادہ نوکر بھیجے، اُن سے بھی یہی سلوک ہوا۔ آخر کار مالک نے اپنا بیٹا بھیجا کہ شاید اسی کا لحاظ کریں گے، مگر انہوں نے بیٹے کو بھی قتل کر دیا (پھر سوال کیا کہ) بتاؤ مالک باغبانوں سے کیا سلوک کرے گا؟ لوگوں نے کہا باغبانوں کو ہلاک کر دے گا، اور اپنا باغ واپس لے کر اُن لوگوں دے دے گا جو اُسے اُس کا پھل دے گے۔" تب عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: "اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے گی، دے دی جائے گی۔" (باب ۲۱-۴۳)

باوجود تحریف کے اس مثال میں بنی اسرائیلیوں کو یہ سمجھایا گیا کہ اے بنی اسرائیلو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر نبوت و رسالت رکھی، تمہیں معزز بنایا، انعامات سے نواز، مگر تم نے نافرمانی کی تم میں سے اکثر نے بعض انبیاء کا انکار کیا اور بعض کو شہید کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری

جانب بھیجا اور تم مجھے بھی قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق بنی اسرائیل سے عزت و شرافت جاتی رہی اور اُن پر ذلت و مسکینی مسلط فرمادی گئی اور خاندان بنی اسماعیل سے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری ہو گئی اور یہی وہ مبارک نبی اور مبارک امت ہے جو اس باغ کے صحیح رکھوالے بنے۔

اب مسیحی حضرات ذرا غور فرمائیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کہ جن کی تشریف آوری کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی اشارہ فرمادیا تھا، انکار کر کے کیا خود ہی عیسیٰ علیہ السلام ہی کے منکر نہیں ہو گئے؟ اگر ان کا خدا تعالیٰ پر یقین تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو سچا خیال کرتے تھے، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے اس نبی آخر زماں ﷺ کا انکار کیوں کیا؟ چاہتے تو یہ تھا کہ پہلے ہی سے خبر رکھنے والے اہل کتاب ان لوگوں میں فوراً شامل ہو جاتے کہ جن کو اب باغ کا رکھوالا بنایا گیا اور اُن لوگوں سے اظہار نفرت کرتے کہ جنہوں نے اس باغ کے مالک کو غصہ دلایا۔ اُس کے فرستادہ لوگوں کو مار پیٹا اور قتل کیا، مگر افسوس کہ ضد بازی نے اکثر حضرات کو حقائق سے چشم پوشی پر مجبور کر دیا۔

بشارت (۲): یوحنا کی انجیل میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق) اور "یوحنا" کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو وکن ہے؟ تو اُس نے اقرار کیا، انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اُس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ (پھر پوچھا) کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اُس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں، تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاہ، نہ وہ نبی تو پھر پتہ سمہ

کیوں دیتا ہے؟ (باب ۱- آیت ۲۵ تا ۱۹)

ہم نے یہ طویل عبارت اس لیے نقل کی کہ کوئی معاند یہ نہ کہہ سکے کہ محض کسی آیت کا کوئی تراشہ لے کر اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمیں اس عبارت سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اہل کتاب کو جن مبارک ہستیوں کی آمد کا انتظار تھا، ان میں حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) حضرت ایلیا (علیہ السلام) اور ایک "نبی شامل ہیں۔ اسی لیے یروشلم سے آنے والے یہودیوں کے نمائندوں نے حضرت یوحنا (یوحنا علیہ السلام) سے سوال کیا کہ تم ایلیا (علیہ السلام) ہو یا مسیح (علیہ السلام) ہو یا پھر وہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیا مسیح حضرات یہ بتائیں گے کہ وہ نبی کہ جس کا تذکرہ یہودیوں میں اکثر ہوتا تھا، کون سی ہستی تھی؟ یقیناً یقیناً اس بزرگزیہ نبی سے مراد ذاتِ بابرکات ستودہ صفات حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہی ہے، ورنہ ان کے سوا کوئی بھی نبی نہیں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوا ہو اور پہلی کتب سماوی اور اُمم سابقہ میں اُس کا اتنا چرچا ہو۔ قرآن پاک سورہ بقرہ آیت ۸۹ میں ہے۔"

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۖ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَاصْلَوْهُمْ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

الْكٰفِرِيْنَ ۝۸۹

"اور جب اُن (اہل کتاب) کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن پاک) آئی کہ جو اُن (اہل کتاب) کے ساتھ والی کتابوں (تورات، انجیل) کی تصدیق فرمانے والی ہے اور اس سے قبل وہ اسی کے وسیلہ سے کافروں کے مقابلہ میں کامیابی مانگا کرتے تھے، تو جب اُن کے جانے پہچانے نبی (حضور سرور عالم ﷺ) تشریف لے آئے تو اُن (اہل کتاب) نے اس (نبی اکرم) کا انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی کافروں پر لعنت ہو۔"

بشارت (۳): یوحنا کی انجیل باب ۱۴ میں ہے۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:)"اگر تم

مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (آیت ۲۵-۱۶)

۱۹۳ء میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی چھپی ہوئی یوحنا کی انجیل باب ۱۴، آیت ۱۶ میں مذکورہ آیت میں لفظ "مددگار" پر حاشیہ ہے اور اس کا معنی شفیع یا وکیل درج کیا گیا ہے۔ (خزانة العرفان ونور العرفان زیر آیت ۷/۱۵۷) لیکن جس انجیل سے ہم نے مذکورہ حوالہ نقل کیا ہے یہ "پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور" کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں شائع کی گئی ہے، اس میں حاشیہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس سے عیسائی مشنری کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جبکہ یہی لفظ جس کا ترجمہ اردو میں "مددگار" تحریر کیا گیا ہے، یونانی زبان میں "پریقلیطوس" PARICLYTOS ہے۔ جس کا لفظی معنی ہے "بہت سراہا ہوا" اور عربی زبان میں اس کا ترجمہ "احمد" بنتا ہے لیکن عیسائی پادریوں نے موجودہ یونانی نسخوں میں اس لفظ کو تبدیل کر کے پار اقلیطوس PARACLETOS بنا دیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں کمفرٹر اور اردو میں "تسلی دینے والے" درج کئے گئے اور اب اس کا معنی "مددگار" تحریر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صاف لفظی تحریف ہے جو کہ ذکر حضور سرورِ عالم ﷺ کو مٹانے کی مکر وہ سازش ہے، حالانکہ "جروم" جس نے چوتھی صدی مسیح میں انجیل کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا، اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں "پیرقلی طاس" لکھا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اصلی نسخہ جو کہ جروم کے پاس تھا، "پریقلیطوس" تھا نہ کہ "پار اقلیطوس" اسی طرح انجیل "برنباس" میں بھی "پریقلیطوس" ہی ہے۔ (بحوالہ سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی)

بشارت (۴): "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن (وہ) مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب کچھ سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا، وہ سب تمہیں یاد دلانے گا۔" (باب ۱۴-آیت ۲۵، ۲۶)

اس آیت کریمہ میں عیسائی علماء نے کچھ الفاظ کی کمی بیشی اور تبدیلی کر کے انجیل کے عام قاری کیلئے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی اُس آنے والی ہستی سے مراد "روح القدس" یا خود عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ "حالانکہ اسی باب ۱۴ کی ۲۹ اور ۳۰ نمبر آیات اس خیال کی تردید کرتی ہیں۔ اُن میں ہے۔

بشارت (۵): "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے، تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

انجیل کی اس آیت میں کتنے واضح ترین انداز میں اعلان کر دیا گیا کہ آنے والی ہستی دنیا کا سردار یعنی "سید عالم" ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے روح القدس مراد نہیں لیا جاسکتا، کیونکہ وہ خود عیسائیوں کے نزدیک بھی ایک انسان کی طرح انسانوں میں نہیں رہا۔ اُس کی زندگی کے روز و شب انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ نہیں ہو سکتے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی ہرگز ہرگز اس سے مراد نہیں، کیونکہ ایک تو وہ خود اسی آیت میں فرماتے ہیں: "اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں۔" اور دوسری جگہ موجودہ انجیل نے حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا: "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بیٹیوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی کی انجیل، ب ۱۵: ۲۴) ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت دعوت بھی صرف بنی اسرائیل ہیں، جبکہ جس ہستی کی تشریف آوری کی خبر دی گئی ہے، وہ "دنیا کا سردار" ہے۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دنیا کے سردار سے مراد حضور سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ ہی ہے۔ خود سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور (میں) فخر نہیں (کرتا) آدم اور ان کے علاوہ تمام نبی (علیہم السلام) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں پہلا ہوں گا جس کی

قبر شق ہوگی اور (میں) کوئی فخر (تکبر) کی بات (نہیں کر رہا)" (رواہ ترمذی عن ابی سعید)
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
 "جب لوگ اٹھائے جائیں گے، تو میں سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا ہوں گا۔
 جب وہ آئیں گے، میں اُن کا قائد ہوں گا، جب وہ چپ ہوں گے، میں ان کا خطیب ہوں گا۔
 جب وہ روک دیئے جائیں گے، میں ان کا سفارش کرنے والا ہوں گا، جب وہ ناامید ہو جائیں
 گے۔ میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا۔ کرامت اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں
 ہوں گی، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے ہاں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ
 مکرم ہوں۔ میرے گرد گرد اُس روز ہزار (ہا) خادم ہوں گے (خوبصورتی میں) وہ گویا چھپے
 ہوئے (یعنی بے عیب) انڈے یا بکھرے ہوئے لَوْلُو یعنی موتی ہیں۔" (ترمذی، مشکوٰۃ)

یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ حضور خواجہ کوئین ﷺ سے قبل کسی بھی نبی نے پوری
 دنیا (یعنی قیامت تک آنے والے تمام افراد) کی طرف نبی مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ بنی
 آخر الزماں سلطانِ دو جہان ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری انسانیت کی طرف بھیجے گئے۔
 انجیل کی مذکورہ بشارت کی شہادت قرآن پاک سے یوں ملتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہوا: (ترجمہ) "یا رسول اللہ ﷺ دائماً ابداً ابداً) فرما دو کہ اے
 انسانو! میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا (رسول) ہوں، وہ (اللہ تعالیٰ کہ) جس کیلئے زمین و آسمان
 کی بادشاہی ہے۔" (سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۱۸۵)

دوسری جگہ ارشاد ہوا: (ترجمہ) "بڑی برکت والا ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) کہ جس نے
 اتنا قرآن، اپنے بندہ پر، جو سارے جہان کو ڈرسانے والا ہے۔"

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی نبوت و رحمت کا اظہار تیسری جگہ اس طرح فرمایا گیا:
 (ترجمہ) "اور ہم نے (اے پیارے محبوب علیک الصلوٰۃ والسلام) آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے
 جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔" (الانبیاء۔ آیت ۱۰۷)

مذکورہ بالا آیات قرآنی اور انہی کی مثل دوسری آیات اس بات کی کھلی شہادت دیتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی سرداری، نبوت اور رحمت کسی ایک مخصوص وقت، علاقے یا قوم کیلئے نہیں، بلکہ پوری کائنات کیلئے ہے، کیونکہ کچھلی دونوں آیات مبارکہ میں لفظ الْعَالَمِینِ اس بات کا مقتضی ہے کہ اس سے بلا تعین وقت و قوم پوری کائنات مراد لی جائے۔

بشارت (۶): یوحنا کی انجیل، باب ۱۵ میں ہے: "لیکن جب وہ "مددگار آئے گا، جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف بھیجوں گا، یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے، تو وہ میری گواہی دے گا۔" (باب ۱۵-۲۶)

بھلا اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت شریفہ سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ طہیہ طاہرہ کی (عیسائیوں کے سوا) عام لوگوں کی نظر میں جو قدر و منزلت تھی، اسے دنیا جانتی ہے، بد بخت یہودیوں نے ہر بڑے سے بڑا بہتان حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ ماجدہ پر لگایا، لیکن جب بعثت مصطفیٰ ﷺ ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راست بازی اور حضرت مریم سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی پاک دامن کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنے لگا، یعنی جہاں جہاں بھی مسلمان گئے اور قرآن پاک کی تلاوت ہوئی، وہاں وہاں حضرت مریم و عیسیٰ علیہ السلام کی راست بازی و پاک دامن کا اعلان بھی ساتھ ساتھ ہوا۔ آخر کوئی توجہ تھی کہ جب حضرت نجاشی شاہ حبش (جو کہ عیسائی مذہب رکھتے تھے) کے سامنے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ حضرت نجاشی بمعہ ان پادریوں کے جو کہ اس دربار میں موجود تھے، رونے لگے اور کہنے لگے: خدا تعالیٰ کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ دونوں ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہی وہ مبارک ہستی ہے کہ جن کو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے بشارت دی ہے۔ (مدارج النبوة جلد ۲)

یقیناً قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ علیہا السلام کی عظمت و عصمت کی

گواہی جس احسن پیرائے میں دی، پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بشارت (۷): یوحنا کی انجیل باب ۱۶ میں ہے: "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ "مددگار" تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا، تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔" (باب ۱۶-۷، ۸)

قرآن کریم نے انجیل کی اس بشارت کی گواہی ان الفاظ میں دی۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَآءَ يَلْزَمُنِي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف-آیت ۶)

"اور (یاد کرو کہ) جب عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف، (میں) تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی، تورات اور (میں) خوشخبری سناتا ہوں ایک ایسے رسول کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ یوحنا کی انجیل کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ "میں جاؤں گا" تو تب وہ تشریف لائے گا" قابل غور ہے ظاہر ہے کہ تشریف لانے والی ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بعد آئے گی اور یہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق (معاذ اللہ) تین دن تک مرا رہنے والا یسوع نہیں، بلکہ یہ کوئی اور ہی ہستی ہے۔"

"انجیل یوحنا" کے اس باب کی آیت ۸ یہ کہ "وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔" تاریخ اسلام کے اُن واقعات و حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جن حالات و واقعات کے دوران اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے آخر نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت شریفہ ہوئی۔ اس وقت اہل دنیا عموماً اور اہل عرب خصوصاً جہالت و گمراہی کے جس چاہ مذلت میں گرے ہوئے تھے، اُس کے محض تذکرہ ہی سے انسانیت لرز اٹھتی ہے۔

اس جگہ ان کی حالتِ زار کا معمولی سا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل حالاتِ زمانہ

اگرچہ کتبِ توارخ وغیرہ میں اس زمانہ کی تہذیب و تمدن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، لیکن ہم یہاں انتہائی اختصار سے بمصداق "یکمشت نمونہ از خروارے" اُن کی اخلاقی اور روحانی حالت نقل کرتے ہیں:

عام اہل عرب پہلے دینِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ پھر خاندانِ بنو خزاعہ کے مورثِ اعلیٰ عمرو بن لُحی نے جزیہ عرب میں بت پرستی کی طرح ڈالی، گویا کہ عرب میں یہ شخص بت پرستی کا بانی تھا۔ اس نے مقام "بلقاء" (واقعہ شام) سے چند بت لاکر خانہ کعبہ کے گرد نصب کر دیئے اور اہل عرب کو ان کی پرستش کی دعوت دی، اس طرح پت پرستی پورے عرب میں رائج ہو گئی۔ بہت سے قبائل نے اپنے علیحدہ علیحدہ بت بنالیے۔ مثلاً قبیلہ بنو کلب کے بت کا نام "وَدّ" تھا۔ قبیلہ ہذیل، بنو لُحیان کے بت کا نام "سواع" تھا۔ اسی طرح اہل جرّش اور مذحج "یغوث" کو ہمدان اور اس کے گرد و نواح کے لوگ "یعوق" کو قبیلہ حمیر "نسر" کو، قبیلہ "طہنی" فلس" کو قبائل اوس، خزرج، ہذیل و خزاعہ "منات" کو قبیلہ ثقیف "لات" کو، قبائل نضیم، بجیلہ، ازد شراۃ "ذوالخلصہ" کو، مالک و ماکان پسران کنانہ "سعد" کو، قبیلہ دوس "ذوالکفلین" کو، قبیلہ بنو حارث بن یشکر "ذوالشری" کو، قبائل قصاع، حَمّ، جذام، عاملہ، غطفان "اُقیصر" کو، قبیلہ مزینہ "نہم" کو، از و سرات "عائم" کو، بنو ربیعہ بن کعب "رُضا" کو، قبیلہ غزہ "سعیر" کو قبیلہ خولان، عمیانس کو اور قبیلہ قریش "مبل" و "عزی" (بتوں کو پوجتے تھے۔) کتاب الاصنام لا بوالمنذر ہشام کلبی، سیرتِ رسولِ عربی)۔

مندرجہ بالا بتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پتھر تھے، جن کی پوجا کی جاتی تھی، ان کے علاوہ چاند، سورج، ستاروں، درختوں اور آگ کی پرستش کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔

بعض علاقوں میں کوئی مخصوص دیوتا نہ ہوتا تھا، وہ صرف اُن گھڑت پتھروں پر اپنی قربان گاہ بناتے، اس قربان گاہ پر ستارہ صبح کیلئے کسی سفید اونٹ یا انسان کو قربان کرتے تھے۔ ستارہ (زہرہ) کے طلوع ہوتے ہی وہ اس مقامِ متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین چکر لگاتے، پھر بوڑھا بچاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ پھر حاضرین بیک بارگی اس اونٹ یا انسان پر ٹوٹ پڑتے اور اسے سورج نکلنے سے پہلے تک کچا ہی نیم پوست کندہ کھا جاتے۔ عرب میں "دومہ" کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔ (مذہب و اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا، سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی)

بت پرستی کے ساتھ ساتھ عام اخلاقی حالت اس قدر پست تھی کہ ایک ایک مرد کئی کئی عورتوں سے شادی کرتا۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماؤں کو میراث میں پاتا۔ اب اُس کی مرضی پر منحصر ہوتا کہ چاہے تو خود (اپنی سوتیلی ماؤں سے) شادی کرے، چاہے تو اپنے دوسرے بھائیوں یا رشتہ داروں کو دے دے، چاہے تو اس عورت کو ہمیشہ کیلئے شادی سے منع کر دے۔ بعض قبائل میں یہ رواج تھا کہ خاوند کے مرتے ہی اس کی بیوی پر خاوند کے اقرباء میں سے کوئی بھی شخص خواہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتا، تو جو بھی سب سے پہلے اپنا کپڑا اُس بیوہ پر ڈال دیتا، وہی اُس کا مالک سمجھا جاتا۔ تو وہ بیچاری نوحہ کنناں خاوند کے غم میں نڈھال کسی دوسرے شخص کی ملکیت بن جاتی۔ اب اس کا مالک (خواہ بیٹا ہی ہو) چاہے تو خود شادی کر لے، چاہے تو کسی کو دے دے یا بازار میں فروخت کر دے، کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ بے حیائی و بے غیرتی اس قدر کہ عورتیں اور مرد مبادر زاد برہنہ ہو کر طواف کعبہ کرتے، زنا کاری اس قدر عام و محبوب کہ عرب کے مشہور شاعر امراء القیس (جو کہ شہزادہ بھی تھا) نے اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کی اور اس فتنہ و فحش واقعہ کو تفصیل سے ایک قصیدہ میں بیان کیا اور یہ قصیدہ بطورِ فخر خانہ کعبہ کی دیوار سے لٹکایا گیا۔

نکاح کی چار صورتیں تھیں۔ ایک نکاح "متعارف" جیسا کہ آجکل ہے کہ زوج و زوجہ

کے ولی مہر متعین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و قبول ہو جائے۔ دوسرا "استبضاع" بدیں طور پر کہ شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد حکم دیتا کہ تو فلاح شخص (چوہدری یا سردار) کے پاس جا اور طلب ولد (یعنی زنا) کر اور خود اُس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرتا، یہاں تک کہ اس غیر شخص سے اس کی بیوی کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا اور پھر فخر سے لوگوں کو بتاتا کہ میری بیوی کو فلاں چوہدری یا فلاح سردار کا حمل ہے۔ تیسرا نکاح "جمع" تھا۔ یعنی دس یا اس سے کم مرد ایک عورت سے بدکاری کرتے، یہاں تک کہ اُس کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا۔ تب وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی اور ان سے کہتی: "تم نے جو کچھ کہا، وہ تم کو معلوم ہے، اب میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔" پھر ان مردوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی: "یہ تیرا بچہ ہے۔" چنانچہ وہ بچہ اُسی کا سمجھا جاتا اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا۔ چوتھی صورت "بغایا" تھی یعنی بہتر سے مرد جمع ہو کر "بغایا" (یعنی بدکار) عورت پر بے روک ٹوک داخل ہوتے اور یہ "بغایا" اپنے دروازوں پر بطور علامت جھنڈا نصب کرتی تھیں۔ پس جو چاہتا، ان کے پاس جاتا، جب ان میں سے کوئی "بغایا" حاملہ ہو جاتی، تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور ایک قیافہ شناس کو بلایا جاتا، تو وہ (بچے کے اعضاء دیکھ کر) بچہ جس کی طرف منسوب کر دیتا، وہ اسی کا بیٹا سمجھا جاتا، انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ (کشف الغمہ للام الشعرانی جز ثانی)

خلاصہ کلام یہ کہ ابراہیمی جو کہ عرب کا اصل دین تھا، تقریباً معدوم ہو چکا تھا۔ اب اس کی جگہ بت پرستی نے لے لی تھی۔ بعض فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں (معاذ اللہ) قرار دیتے اور بعض مطلقاً ہستی باری تعالیٰ کے منکر تھے۔ وہ روز و شب شراب خوری، بدکاری، قمار بازی، قتل و غارت گری میں مشغول رہتے۔ فسادِ قلبی کا یہ عالم کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کر دیتے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں میں انسانوں کو زندہ جلا دینا، عورتوں کا پیٹ چاک کر دینا، معصوم بچوں کو نیزوں پر ابھارنا، بوڑھوں کو ذبح کر دینا، اُن کے نزدیک قابلِ فخر باتیں تھیں۔ ان کے درمیان جو اہل کتاب تھے، اُن کی حالت بھی بڑی ابتر تھی۔

یہود خداے لم یزل کو "مَغْلُوكَةُ الْيَدِ" یعنی بندھے ہوئے ہاتھوں والا کہتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے۔ نصاریٰ تین خداؤں کے قائل تھے اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں ہر قسم کے گناہ پر دلیر تھے۔

یہ حالت صرف عرب کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، بلکہ پوری دنیا میں ظلمت کی یہ دہیز چادر پھیلی ہوئی تھی۔ اہل فارس آتش پرست تھے، اپنی ماؤں سے نکاح کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اہل ہندوستان بتوں کی پوجا اور خاوند کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کو زندہ جلا دینے یا اس کے ساتھ ہی دفن کر دینے میں نجات خیال کرتے تھے، نیوگ جائز سمجھا جاتا تھا۔ ایک بھائی کی شادی ہو جاتی، تو وہ عورت خاوند کے دوسرے بھائیوں کی بھی عورت تصور ہوتی۔ تقریباً یہی حال پوری دنیا کا تھا۔ اس عالمگیر ظلمت اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دور کرنے کیلئے خالق کائنات جل شانہ کے حضور پر نور سرور کائنات ﷺ کو سِرَاجًا مُنِيرًا بنا کر بھیجا۔ یہی وہ حالت تھی کہ جس کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشاد میں اشارہ ہے۔ "وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔" (انجیل یوحنا۔ باب ۱۶-۸)

بشارت (۸): یوحنا کی انجیل میں ہے:

"لیکن جب وہ، یعنی سچائی کا روح آئے گا، تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (باب ۱۶-۱۴)

بلا مبالغہ انجیل مقدس کی یہ آیت بھی حضور خاتم الانبیاء رحمت عالم ﷺ کی نعتوں کے حسین پھولوں کا گلہ شستہ ہے۔ ان تمام صفات کا ذکر قرآن پاک میں بھی کئی جگہوں پر مذکور ہے۔ مثلاً سچائی کی راہ دکھانے والا۔

اس کا تذکرہ قرآن پاک میں ایک جگہ یوں ہوا۔

وَأَنْتَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ (سورة الشورى - آیت ۵۲)

"(یا رسول اللہ علیک السلام) اور بے شک تم (لوگوں کو) سیدھی راہ دکھاتے ہو۔"

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا:

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ (سورة المائدة - آیت ۱۶)

"ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس (رسول علیہ السلام) کے ذریعہ سے (ہر) اُس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلا، سلامتی کے راستے کی۔"

سورہ آل عمران میں یہ صفت "ہادی" اس طرح ذکر فرمائی گئی:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٣٠﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا ایمان والوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس (اللہ تعالیٰ) کی آستیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ (لوگ) ضرور اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

حضور سید عالم ﷺ کی بعثت شریفہ سے قبل زمانہ کی جو حالت تھی وہ آپ بشارت نمبر ۷

میں پڑھ چکے ہیں اور پھر نگاہِ نبوت نے آن کی آن میں، ان ڈاکوؤں کو راہنما بنا دیا جو راہزن تھے، پیشوا بن گئے جو عصمت دری میں فخر محسوس کرتے تھے، وہ عزت و ناموس کے محافظ بن گئے۔ محض تیس سال کے قلیل عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ظلمتِ کفر و شرک کی دیز چادر کو تار تار کر دیا اور بہت مختصر سے عرصے میں ایک ایسا بے مثال معاشرہ قائم کر دیا کہ جس کی نظیر پورے کرہ ارض پر نہ پہلے تھی، نہ قیامت تک ممکن ہے۔ تاریخ اسلام کے صفحات نگاہِ نبوت سے فیض یافتہ فرزند انِ توحید کے سنہری کارناموں سے مزین ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ۔

مذکورہ بشارت نمبر ۸ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ "وہ نبی اپنی طرف سے نہ

کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا۔" گویا بشارت کا یہ حصہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا

یعین ترجمہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۴) (سورة النجم۔ آیت ۳، ۴)
 "اور یہ (رسول اللہ ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو (کچھ) نہیں (فرماتے) مگر
 (وہی) جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔"

سبحان اللہ تعالیٰ! ملاحظہ فرمائیے کہ انجیل مقدس کی بشارت اور قرآن مجید کی اس
 شہادت میں کس قدر حیرت انگیز مماثلت ہے۔ ایک صاحب عقل سلیم کیلئے قبولیت حق کے سوا کوئی
 چارہ نہیں۔ اس بشارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کہ "اور (وہ) تمہیں آئندہ کی
 خبریں دے گا۔" (باب ۱۶-۱۴)

اس کے متعلق اس کتاب کے پہلے صفحہ میں بحث کی جا چکی ہے۔ اس لیے وہاں ملاحظہ
 فرمائیں۔

بشارت (۹): "اعمال" باب ۳، آیت ۲۲، ۲۱ میں ہے۔

"ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے گا، جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ
 کی جائیں، جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، جو دنیا کے شروع سے ہوتے
 آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند اتہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی
 پیدا کرے گا، وہ جو کچھ تم سے کہے گا، اس کی سننا۔" (۲۲: ۲۱، ۲۰)

بائبل کے نئے عہد نامہ یعنی انجیل مقدس "رسولوں کے اعمال" میں مذکورہ بالا دو آیات
 کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے حق میں بطور دلیل تحریر کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا
 گیا ہے کہ جس نبی کی پیدائش کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اُس سے مراد حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کی ذات مقدسہ ہے۔

کیا یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ہے؟

اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ کیا واقعی اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ سب سے پہلے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد مبارکہ پر غور کرنا ہوگا۔

"خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سانبی پیدا کرے گا۔"

(اعمال ۳-۲۲)

اس عبارت میں دو چیزیں ہیں:

(۱) وہ نبی (اے بنی اسرائیل) تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔

(۲) وہ نبی مجھ سانبی ہوگا، وہ جو کچھ کہے گا، تم اس کی سننا۔

۱۔ اب دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں؟ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہی سے تھے اور بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور اس جگہ مخاطب میں بنی اسرائیل ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے اسحاق (تورات میں اسحاق) علیہ السلام مذکور ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل اور آپ ہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلوائی۔

یوں سمجھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت ابراہیم کی جو نسل چلی اسے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو نسل چلی، وہ بنو اسماعیل کہلوائی اور یہ بات تمام اہل کتاب بشمول یہود و نصاریٰ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام بنی اسرائیل سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم ہی کے لخت جگر ہیں، جبکہ تمام اہل کتاب وغیر اہل کتاب اس سے بخوبی واقف ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنو

اسماعیل سے حضور سید الانبیاء ﷺ پیدا ہوئے اور مذکورہ بالا بشارت حضور سید المرسلین ﷺ کے متعلق ہی ہے، کیونکہ اس سے اگر حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل سے یہ ارشاد فرماتے: "تم میں سے نبی پیدا ہوگا۔" اس کے برعکس آپ نے فرمایا: "(تم میں سے نہیں بلکہ) تمہارے بھائیوں میں سے۔ یعنی بنی اسماعیل میں سے پیدا ہوگا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے اس قدر واضح ترین ارشاد گرامی کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے دعوے دار یہودی اور عیسائی اگر حضور سید عالم ﷺ کی بنوت کا انکار کریں تو اسے ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟"

اس میں شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے، لیکن وہ ہستی کہ جس کا شہرہ صدیوں قبل ہی آفاق عالم میں برپا تھا۔ وہ حضور رحمت عالم ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں اور خصوصاً اہل کتاب آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور جائے ہجرت تک واقف تھے۔

۲۔ فرمان موسیٰ کلیم اللہ: "مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، وہ جو کچھ کہے گا، تم اس کی سننا۔" (کتاب اعمال ۲۲:۳)

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجودہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا تسلیم کرتے ہیں؟ یا پھر خدا یا خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) یعنی اقا نیم ثلاثہ میں سے ایک؟

اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا محض نبی ہی تسلیم کریں تو عیسائیوں کے اس عقیدہ کا کیا بنے گا؟ کہ جس کی وہ تشہیر تقریباً "پولس" کے زمانہ سے کرتے آئے ہیں اور اگر عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے عقیدہ میں وہی کچھ سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو تو پھر تین کیا، چار خداؤں کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر ظاہر ہے کہ خدا کا بھائی بھی خدا ہی ہونا چاہئے، چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ ملانا ہوگا۔ پھر ان دونوں بھائیوں یعنی حضرت موسیٰ و حضرت

ہارون علیہم السلام کے والد کا کیا بنے گا، کیونکہ وہ بھی آخر ان کے والد ہیں۔ اس طرح یہ لسٹ طویل ہو جائے گی اور عیسائی عقیدہ کے تار پود بکھر جائیں گے۔

اس لیے اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ اس بشارت میں جس نبی کا ذکر ہے، وہ موسیٰ علیہ السلام جیسے صاحب شریعت، صاحب کتاب ایک اولوالعزم پیغمبر حضور سرورِ عالم ﷺ ہی کی ذات ستودہ صفات مراد ہے نہ کہ کوئی دوسرا نبی جو کہ بنی اسرائیل سے ہو۔

انجیل برنباس

محترم قارئین! آپ نے گزشتہ صفحات میں موجودہ عیسائیوں کی معتبر اور مستند چار انجیلوں یعنی "عہد نامہ جدید" کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ باوجود شدید ترین تحریف کے ان میں جا بجا اشارات و کنایات کے ساتھ ذکر مصطفیٰ ﷺ موجود ہے۔ خیال رہے کہ یہ انانجیل اربعہ یعنی متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل، یوحنا کی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے کوئی ستر اسی سال بعد لکھی گئیں، جن میں کئی بار تزامیم کی گئیں۔ پھر کونسل کے ذریعے موجودہ انانجیل کو مستند اور قابل قرار دلو کر مذہبی لٹریچر میں شامل کر لیا گیا۔ مگر ایک انجیل کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک معتبر شاگرد "برنباس" نے مرتب کیا تھا، اسے اس قدر ممنوع قرار دے دیا کہ حکم جاری کر دیا کہ "جس کے پاس یہ انجیل ملے، اس کی گردن اڑا دی جائے۔" حضور سید عالم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد جب مسلمان علما نے عیسائی پادریوں کے سامنے خود ان ہی کی کتب پیش فرمائیں تو انہوں نے انجیل برنباس کو یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی کہ یہ کسی مسلمان نے مرتب کی ہے۔ آج تک عیسائی یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں کہ اسے کسی مسلمان کی تصنیف قرار دیا جائے، اس لیے اس انجیل کے حوالے پیش کرنے سے قبل اس انجیل برنباس کے متعلق کچھ بحث کی جاتی ہے۔

برنباس قبرص کا باشندہ تھا، اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا۔ اس کا نام JOSES تھا۔

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد مدت العمر آپ کی خدمت میں ہی رہا۔ انتہائی مخلص اور کامیاب مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ جاذبِ قلب و نظر شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کی اشاعت میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ اس کے کردار سے متاثر ہو کر دوسرے حواری اس کو "برناباس" کے نام سے پکارتے تھے۔ جس کا معنی ہے "واضح نصیحت کا فرزند" موجودہ انجیل مقدس میں ہے:

"اور یوسف نام ایک لاوی تھا جس کا لقب رسولوں نے "برناباس" یعنی "نصیحت کا بیٹا" رکھا تھا اور جس کی پیدائش کپرس کی تھی۔ اس کا ایک کھیت تھا، جسے اس نے بچا اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی۔ (اعل ۴: ۳۶، ۳۷)

اور یہ برناباس ہی تھے کہ جنہوں نے تمام حواریوں کے سامنے سابقہ یہودی اور نئے مسیحی پولس کی تصدیق کی اور انہیں یقین دلایا کہ پولیس واقعی تمہارا ہم مذہب ہو چکا ہے، ورنہ ابھی تک حواریوں کو پولس کے ایمان لانے کا یقین نہ تھا۔ انجیل مقدس کی کتاب اعمال میں آیا ہے:

"اس (پولس) نے یروشلم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اُس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ (بھی) شاگرد ہے۔ مگر برناباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر کہا، اُن سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہِ خداوند کو دیکھا اور اُس نے بتیں کیں اور اس نے دمشق میں کس دلیری کے ساتھ یسوع کے نام کی منادی کی۔ پس وہ (یعنی پولس) یروشلم میں ان کے ساتھ آتا جاتا رہا۔" (۹: ۲۶ تا ۲۸)

اس واقعہ کے بعد پولس اور برناباس گہرے دوست بن گئے۔ سفر و حضر میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے، ہمیشہ اکٹھے ہی رہتے، یہاں تک کہ یروشلم کی کونسل نے ایک مخصوص فیصلہ کیا جس کے بعد پولس اور برناباس کے نظریات میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ پولس کے پیش کردہ جدید مذہب کو مسیحیت میں نئے شامل ہونے والوں میں بہت قبولیت ہوئی کیونکہ یہ مذہب ایک تو اہل مذہب مسیحی کی نسبت بہت رعایتوں والا مذہب تھا اور دوسرے یہ کہ پولس کا

دعویٰ تھا کہ مجھ پر روح القدس کا نزول ہوتا ہے۔ چونکہ پولس کے پاس اپنے اس نئے دین کو حق ثابت کرنے کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی حمایت حاصل نہ ہو سکی تھی، اس لیے اس نے صاف صاف اعلان کر دیا:

"اے بھائیو! میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں، کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سنائی گئی، بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا۔" (گلیتوں کے نام ۱: ۱۲، ۱۱)

اب تو پولس نے کھلم کھلا طور پر توراۃ کی بھی مخالفت شروع کر دی تھی۔ دین مسیحی کے علماء حقہ (مثلاً برنباس اور پطرس وغیرہما) نے پولس کے نظریات کی زبردست مخالفت کی۔ اس کے باوجود پولس کے پیروکار بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ۳۰۶ء میں شاہ روم فلسطین اول کے زمانہ میں پولس کے گروہ کو سرکاری حمایت حاصل ہو گئی۔ اس طرح صحیح مذہب مسیح اور مسیح علیہ السلام کے نامور حواری برنباس کی تالیف کردہ انجیل پس منظر میں چلے گئے۔ بایں ہمہ برنباس کی انجیل ۳۲۵ء تک مستند تسلیم کی جاتی تھی۔ ایرانیس IRANAEUS نے جب سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف مہم شروع کی، تو اس نے برنباس کی انجیل سے بکثرت استدلال کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی دو صدیوں میں یہ انجیل معتبر تسلیم کی جاتی تھی اور اپنے دین کے بنیادی مسائل ثابت کرنے کیلئے اس کی عبارتوں کو بطور حجت پیش کیا جاتا تھا، لیکن ۳۲۵ء میں جوکانفرس "نیفیا" میں ہوئی۔ اس میں یہ طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی بھی انجیلیں موجود ہیں، ان سب کو ضائع کر دیا جائے جس کے پاس یہ انجیل ملے، اس کی گردن اڑادی جائے۔ ۳۸۳ء میں پوپ نے انجیل برنباس کا نسخہ حاصل کر لیا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں اسے محفوظ کر لیا۔ زینوبادشاہ کی حکمرانی کے چوتھے سال برنباس کی قبر کھودی گئی تو اس انجیل کا ایک نسخہ اس کے سینے پر رکھا ہوا ملا۔ پوپ SIRITUS 90-1985ء کا ایک دوست جس کا نام فرامارینو FRAMARINO تھا۔ اسے پوپ کی ذاتی لائبریری سے اس کا وہ نسخہ ملا۔ فرامارینو کو اس سے بڑی دلچسپی تھی، کیونکہ اس

نے برائیس کی تحریروں کا مطالعہ کیا تھا جس میں اس نے برنباس کی انجیل کے بکثرت حوالے دیئے تھے۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ مسودہ مختلف لوگوں سے ہوتا ہوا ایمپٹر ڈم AMSTERDAM کی ایک مشہور و معروف ہستی کے ہاں پہنچا۔ یہاں سے پرشیا ما کے بادشاہ کے مشیر جے۔ ایف کریمر کو ملا۔ اس نے سیوے کے ایک علم دوست شہزادے یوگین EUGENE نے ۱۷۱۳ء میں حاصل کیا۔ ۱۷۳۸ء میں شہزادے کی پوری لائبریری کے ساتھ یہ نسخہ بھی واپس پہنچا۔ اب بھی یہ نسخہ وہاں محفوظ رکھا ہے۔

تولینڈ TOLAND نے اپنی تصنیف MISCELLANEOUS WORKS (کہ جو اس کی وفات کے بعد ۱۷۴۷ء میں شائع ہوئی) کی جلد اول صفحہ ۳۸۰ پر ذکر کیا کہ انجیل برنباس کا قلمی نسخہ اب بھی محفوظ ہے۔ اسی کتاب کے پندرھویں باب میں لکھا ہے کہ ۱۴۹۶ء میں ایک حکم کے ذریعے اس انجیل کو ان کتب میں شامل کیا گیا کہ جن کو کلیسا نے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس سے پہلے ۱۴۶۵ء میں پوپ انوسینٹ POPE INNOCENT نے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا تھا۔ نیز ۱۳۸۲ء میں مغربی کلیسا نے متفقہ طور پر اس پر بندش عائد کی تھی۔ مسٹر اور مسز رنگ RAGG نے ۱۹۰۷ء میں ایک لاطینی نسخے سے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا..... آکسفورڈ کے کلیرٹن پریس نے اسے چھاپا (اور) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے اسے شائع کیا۔ جب اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخے پراسرار طریقے سے بازار سے غائب کر دیے گئے۔ صرف دو نسخے محفوظ رہے ایک برٹش میوزم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں۔ صاحب ضیاء القرآن کے مطابق انہوں نے اس انجیل کا انگریزی ترجمہ بذریعہ مائیکرولم ایک دوست کی وساطت سے واشنگٹن کی کانگریس لائبریری سے حاصل کیا، اس لیے ہم یہ مصدقہ حوالے مذکورہ تفسیر سے من وعن نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال عیاں ہو جائے۔

"برنباس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلا کم و کاست بیان کیا۔ اسی طرح حضور سرور

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار نہیں، بلکہ بار بار دی تھیں، ان کا اس (انجیل) میں مندرج ہونا بھی قدرتی امر ہے، چنانچہ ان بے شمار بشارتوں میں سے صرف چند پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، ان کا مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

انجیل برنابس باب ۷۷ میں ہے:

"BUT AFTER MR SHALL COME THE SPLENDOUR OF ALL THE PROPHETS AND HOLY ONES, AND SHALL SHED LIGHT UPON THE DARKNESS OF ALL THAT THE PROPHETS HAVE SAID BECAUSE HE IS MESSENGER OF GOD."

"لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لیے آب و تاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں، ان پر روشنی ڈالے گی، کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کا رسول ہے۔"

FOR I AM NOT WORTHY TO ENLOOSE THE TIES OF THE HOSEN OR THE LATCHETS OF THE SHOES OF THE MESSENGER OF THE GOD WHOM YE CALL "MESSIAN" WHO WAS MADE BEFORE ME, AND SHALL COME AFTER ME AND SHALL BRING THE WORDS OF TRUTH, SO THAT FAITH SHALL HAVE NO END.

"یعنی جس ہستی کی آمد کا تم ذکر کر رہے ہو، میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں، جس کو تم مسیحا کہتے ہو، اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف میرے بعد لے آئے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لائے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہاء ہوگی۔"

I AM INDEED SENT TO THE HOUSE OF ISRAEL AS A PROPHET OF SALVATION, BUT AFTER ME SHALL COME THE MESSIAH SENT OF GOD TO ALL THE WORLD FOR WHOM GOD HATE MADE THE WORLD

AND THEN THROUGH ALL THE WORLD WILL GOD BE
WORSHIPPED AND MERCY RECEIVED.

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "بے شک میں توفیق بنی اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا، جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کیلئے مبعوث فرمائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصیب ہوگی۔" (باب ۸۲)

آپ پریشان ہیں کہ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ رومی گورنر اور بادشاہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ ہم روم کے شہنشاہ سے ایک ایسا فرمان جاری کروائیں گے جس میں سب آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک دیا جائے گا۔ ان کے جواب میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری ان باتوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوا۔

BUT MY CONSOLATION IS IN THE COMING OF
MESSENGER WHO SHALL DESTROY EVERY FALSE
OPINION OF ME, AND HIS FAITH SHALL SPREAD AND
SHALL TAKE HOLD OF THE WHOLE WORLD FOR SO
HATH GOD PROMISED TO ABRAHAM OUR FATHER?

"بلکہ میرا اطمینان تو اُس رسول کی تشریف آری سے ہوگا جو میرے بارے تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کر دے گا، اس کا دین پھیلے گا اور سارے جہان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے اسی طرح کا وعدہ کیا ہے۔"

اس کے بعد پادری نے ایک اور سوال پوچھا کہ کیا رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے؟ آپ (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا:

THERE SHALL NO COME AFTER HIM TRUE

PROPHETS SENT BY GOD, BUT THERE SHALL COME A GREAT DEAL OF FALSE PROPHETS, WHEREAT I SORROW FOR SATAN SHALL RAISE THEM UP?

"یعنی آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا، البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے، جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔"

اس پادری نے دوسرا سوال کیا: "اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔"

THE NAME OF THE MSSIAH IS ADMIRABLE, FOR GOD HIMSELF GAVE HIM THE NAME WHEN AND CREATED HIS SOUL, AND PLACED IT IN A CELESTIAL SPLENDOUR GOD SAID.

"WHAT MUHAMMAD FOR THE SAKE I WILL TO CREATE PARADISE, THE WORLD, AND A GREAT MULTITUDE OF CREATURES".

_____ I SHALL SEND THEE INTO THE WORLD I SHALL SEND THEE AS MY MESSENGER OF SALVATION AND THY WORLD SHALL BE TRUE, IN SO MUCH THAT HEAVEN AND EARTH SHALL FAIL BUT THY FAITH SHALL NEVER FALL."

MUHAMMAD IS HIS BLESSED NAME."

"مسیحا کا نام" قابلِ تعریف ہے "اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا فرمایا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا

کیا ہے۔ جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا، تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔" آپ (علیہ السلام) نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بابرکت نام ہے۔

پھر تمام سامعین نے یہ سن کر یہ کہتے ہوئے فریاد کرنا شروع کی۔

"O GOD SEND US THE MESSENGER. O MUHAMMAD COME QUICKLY FOR THE SALVATION OF THE WORLD."

"اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کی نجات کیلئے جلدی تشریف لے آئیے۔" (باب ۹۷)

"میرے قتل کی سازش کی جائے گی، چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار کر دے گا، لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھالے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، اس کو میرے بجائے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔"

فرماتے ہیں:

I SHALL ABIDE IN THAT DISHONOUR FOR A LONG TIME IN THE WORLD, BUT WHEN MUHAMMAD SHALL COME THE SACRED MESSENGER OF GOD, THAT INFAMY SHALL BE TAKEN AWAY AND THIS SHALL GOD DO, BECAUSE I HAVE CONFESSED THE TRUTH OF THE MESSIAH, WHO SHALL GIVE ME THIS REWARD. THAT I SHALL BE KNOWN TO BE ALIVE AND TO BE A STRANGER TO THAT DEATH OF INFAMY.

"طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے، لیکن جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب میری بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا، کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں، وہ مجھے یہ انعام دے گا، لوگ مجھے زندہ

جانے لگیں گے، اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔"

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے کہ کتنے واضح ترین انداز میں آمدِ مصطفیٰ ﷺ کی نوید مسرت سنائی گئی ہے۔ ایک متلاشی حق شخص کیلئے تو اب جائے فرار نہیں، لیکن اگر انکار کرنا ہی مقصود ہے تو بڑے بڑے دلائل بھی دیوار ریگ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ آخر سیدنا عیسیٰ روح اللہ نے بھی معجزات دکھائے تھے، مردوں کو زندہ کیا، حکم الہی بیماروں کو شفا ددی، مٹی کا پرندہ بنا کر فضا میں اڑا دیا، اس کے باوجود یہودیوں نے آپ (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کا نبی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ فرعون لعین نے پچشم خود موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کیا، مگر حق تسلیم کرنے سے گریزاں رہا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

غیر مسلم شعرا کا ہدیہ عقیدت بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

عظیم الشان ہے شانِ محمد

دنورام کوثری

عظیم الشان ہے شانِ محمد	خدا ہے مرتبہ دان محمد
کُتب خانے کئے منسوخ سارے	کتابِ حق ہے قرآنِ محمد
نبی کے واسطے سب کچھ بنا ہے	بڑی ہے قیمتی جانِ محمد
شریعت اور طریقت اور حقیقت	یہ تینوں ہیں کنیزانِ محمد
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں	عُلامانِ عُلامانِ محمد
نبی کا نطق ہے نطقِ الہی	کلامِ حق ہے فرمانِ محمد
خدا کا نور ہے نورِ پیمبر	خدا کی شان ہے شانِ محمد
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ	یہی ہیں چار یارانِ محمد
علیؓ ان میں وصی مصطفیٰؐ ہے	علیؓ ہے رنگِ بُتانِ محمد
علیؓ و فاطمہؓ شہیرؓ و شہرؓ	بسا ان سے گلستانِ محمد
بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا	میں ہوں ہر دم ثناءِ خوانِ محمد

ہوشوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا

کیفی دھلوی، پنڈت برجموہن وتاتریہ

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا
مضمون ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا

تھی بعثتِ محمود خداوند کو منظور
تھا پھل وہ بشارت کا نتیجہ نہ دُعا کا

پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو
پھر رُتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا

معراج ہو مومن کو نہ کیوں اس کی زیارت
ہے خلدِ بریں روضہ پُر نور کا خاکا

دے علم و یقین کو میرے رفعتِ شرِ عالم
نام اُونچا ہے جس طرح حرا اور صفا کا

یوں روشنی ایمان کے دے دل میں کہ جیسے
بطحا سے ہوا جلوہ فگن نورِ خدا کا

ہے حامی و مدوح مرا شافعِ عالم
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روز جزا کا

نعلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سری کا لکا پرشاد

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پہ مرے لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے؟
تو نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے

تکمیل معرفت ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

سحر، کنور مہندر سنگھ بیدی

تکمیل معرفت ہے محبت رسول کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسول کی
ہے مرتبہ حضور کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا ہی کو عزت رسول کی
تسکین دل ہے سرور کون و مکاں کی یاد
سرمایہ حیات ہے اُلفت رسول کی
انسانیت، محبت، باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسول کی
فرمان رب پاک ہے، فرمانِ مصطفیٰ
احکام ایزدی ہیں ہدایت رسول کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں
دل میں رہے سحر کے محب رسول کی

نبی مکرم، شہنشاہِ عالی

رانا بھگوان داس بھگوان

نہی مکرم، شہنشاہِ عالی
جمالِ دو عالم تیری ذاتِ عالی
خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انساں
تو فیاضِ عالم ہے داتائے اعظم
نگاہِ کرم ہو، نواسوں کا صدقہ
میں جلوے کا طالب ہوں اے جانِ عالم
تیرے آستانہ پہ میں جانِ دوں گا
تجھے واسطہ حضرتِ فاطمہؑ کا
نہ مایوس ہونا یہ کہتا ہے بھگوان

بہ اوصافِ ذاتی و شانِ کمالی
دو عالم کی رونق تری خوش جمالی
یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصال
مبارک تیرے در کا ہر اک سوالی
ترے در پہ آیا ہوں بن کر سوالی
دکھا دے دکھا دے وہ شانِ جمالی
نہ جاؤں نہ جاؤں نہ جاؤں گا خالی
میری لاج رکھ لے دو عالم کے والی
کہ جو محمد ہے سب سے نزالی

مرحبا مصطفیٰ، مرحبا مصطفیٰ

رانا بھگوان داس بھگوان

عرشِ حق کی طرف جب چلے مجتبیٰ
کہکشاں سے بنا اک نیا راستہ
عرشِ اعظم سے آنے لگی یہ صدا
شانِ معراج سے بس یہ عقدہ کھلا
لا نبی بعدی ہے قولِ محبوبِ حق

جلوہ آراء تھا ہر سمت نورِ خدا
فرشِ خاکی سے تا سِدْرۃ المنتہی
مرحبا مصطفیٰ، مرحبا مصطفیٰ
مرکزِ عشق ہیں خاتم الانبیا
ورد اس کا ہے بھگوان صبح و مسا

دربارِ محمد

دلورام کوثری

شہنشاہِ اعظم محمد محمد رسول دو عالم محمد محمد
زبان کا یہی ہے اشارہ لبوں پر کہیں مل کے باہم محمد محمد
الہی میرے منہ میں جب تک زبان ہو زبان پر ہو ہر دم محمد محمد

اللہ غنی رونقِ بازار محمد معبودِ جہاں بھی ہے خریدار محمد
سنتا ہوں کہ کہتے ہیں یہی دیکھنے والے اللہ کا دربار ہے دربار محمد
کچھ عشقِ محمد میں نہیں شرطِ مسلمان ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمد

مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا کہوں اور کیا ماجرا یا محمد
خدا تیرا عاشق، تو عاشقِ خدا کا میں تم دونوں پر ہوں فدا یا محمد
تیرا کوثری رہتا ہے ہندوؤں میں ہے ظلمت میں آبِ بقایا محمد

ثانی کوئی نہیں پسِ داورِ رسول کا

دلورام کوثری

اول ہے سب رسولوں میں نمبر رسول کا ثانی کوئی نہیں پس، داورِ رسول کا
اب تک نشانِ قمر میں ہے انگشتِ شاہ کا یہ معجزہ جہاں میں ہے اظہر رسول کا
مصر و عرب میں، روم میں، ایران و ہند میں پھیلا جہاں میں علمِ سراسر رسول کا
کیوں کوثری مجھے ہو طلبِ عزم و جاہ کی کیا کم ہے یہ شرف، ہوں ثناء گرسول کا

توئی جانِ دو عالم نورِ یزداں یا رسول اللہ

رانا بھگوان داس بھگوان

توئی جانِ دو عالم نورِ یزداں یا رسول اللہ
 توئی سرِ وجودِ بزمِ امکاں یا رسول اللہ
 توئی خاتم، توئی سید، توئی سرور، توئی آقا
 توئی سلطانِ عالم، شاہِ شاہاں یا رسول اللہ
 جمیلِ عالمِ امکاں، جمالِ حضرتِ دَوراں
 توئی حُسنِ دو عالم، جانِ جاناں یا رسول اللہ
 توئی نازِ جہانی، نازِ آیتِ قرآنی
 متاعِ فخرِ آدم، نازِ دوراں یا رسول اللہ
 توئی رہبر، توئی مرشد، توئی ہادی، توئی مرسل
 امیرِ اتقیاء شاہِ رسولاں، حبیبی یا رسول اللہ
 امامِ عاشقان و سجدہ گاہِ قدسیاں باشی
 توئی شانِ وجودِ ربِّ سُبْحان یا رسول اللہ
 تُوِا دیدم، تُوِا دیدم، جمالِ کبریا، دیدم
 عیاں شد حقِ زعکسِ روئے تاباں یا رسول اللہ
 توئی مطلوبِ بھگواں اے حبیبِ ربِّ سُبْحانی
 نگاہِ لطفِ بر حالِ غریباں یا رسول اللہ

توئی سید، توئی آقا، توئی خواجہ، توئی مولا

رانا بھگوان داس بھگوان

شہنشاہِ دو عالم سید گلِ انبیاء
 بہ ایں دنیائے امکان مظہرِ نورِ خدا ہستی

توئی سید، توئی آقا، توئی خواجہ، توئی مولا
 حقِ مرشد، بدلِ ہادی امامِ اتقیاء ہستی

توئی شمسِ اضحیٰ، بدرالدجی و چشمِ حق بینا
 ہمہ قرآن، ہمہ یسین، ہمہ قرآن نما ہستی

توئی در خلوتِ یزداں، توئی در صورتِ آدم
 رئیسِ اولیاء ہستی، امیرِ اصفیاء ہستی

توئی در عشقِ ابراہیم و اسماعیل تاباں شد
 بجاہِ وسطوتِ موسیٰ، جلالِ انبیاء ہستی

توئی در عفتِ یوسف، توئی در عصمتِ عیسیٰ
 بہ شانِ صبرِ ایوبی، جمالِ اصفیاء ہستی
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

پھولے پھلے گانِ گلستانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امرچند قیس جالندھری

یہ شان، یہ وقار ہے شایانِ مصطفیٰ
قرآن میں خدا ہے ثناءِ خوانِ مصطفیٰ
ہر بلبلِ چمن ہے ثناءِ خوانِ مصطفیٰ
ہر گل ہزار دل سے ہے قربانِ مصطفیٰ
مجھ کو طلب نہیں ہے کسی خضرِ راہ کی
جب تک ہے میرے ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ
سائل ہیں اُس کے درکے سلاطینِ باوقار
حاصل ہے جس کو رتبہٴ دربانِ مصطفیٰ
بادِ خزاں کہ بادِ مخالف چلے ہزار
پھولے پھلے گانِ گلستانِ مصطفیٰ

نعتِ احمد ہے زبانِ خامہ تحریر پر
ناز کرتا ہے مصور آپ کی تصویر پر
قبلۂ روحانیاں ہے آپ کی آرام گاہ
ناز ہے طیبہ کو اپنی خوبیِ تقدیر پر
بزمِ عالم ہے ضیاءِ بارِ آپ کی تنویر سے
صد چراغِ طور قرباں آپ کی تنویر پر
(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

اک نام خدا کا ہے، اک نام محمد کا

راجندر بہادر موج

خالق نے سنوارا ہے ہر کام محمد کا
 گرتوں کا سہارا ہے اک نام محمد کا
 حضرت کی صداقت کی عالم نے گواہی دی
 پیغام الہی ہے پیغام محمد کا
 خُم خانہ وحدت ہے قرآن جسے چاہئے
 لبریز مئے عرفاں ہر جام محمد کا
 ہر مذہب و ملت پر یکساں ہے کرم جاری
 ہے سب کے لیے رحمتِ اسلام محمد کا
 اوہام کی ظلمت میں اک شمع ہدایت ہے
 بھگی ہوئی دنیا کو پیغام محمد کا
 تصویر حقیقت ہے، اک درسِ محبت کا
 ہر بات محمد کی، ہر کام محمد کا
 اے موج سہارے کو طوفانِ حوادث میں
 اک نام خدا کا ہے، اک نام محمد کا

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

ایک انسان ہوا سدرہ نشین آج کی رات

راجندر بہادر موج

نور ہی نور ہے تا عرش بریں آج کی رات
 راستہ نکلتے ہیں جبریل امیں آج کی رات
 ہیں وہی پھول، وہی روز کے ماہ و انجم
 جانے کیوں لگتی ہے ہر چیز حسین آج کی رات
 بن کے گہوارۂ مطلوب دو عالم یہ زمیں
 بڑھ گئی چاند ستاروں سے کہیں آج کی رات
 دیکھ کر عرش پہ محبوبِ خدا کی آمد
 رُک گئی گردشِ افلاک و زمیں آج کی رات
 ایک لمحے میں سفر اور زمین سے تا عرش
 ایک انسان ہوا سدرہ نشین آج کی رات
 جلوہ افروز ہے وہ نورِ مبین نورِ عام
 عرش اور فرش میں کچھ فرق نہیں آج کی رات
 مذہب و قوم سے محدود نہیں فیضِ رسول
 جھک گئی ساری زمیں کی جبیں آج کی رات
 تھی جہاں بارشِ انوار، زمین سے تا عرش
 کاش ہوتا دلِ ناداں وہیں آج کی رات

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

چاند بہاری لال صبا، جے پوری
تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ
خدا کا وہ نہیں ہوتا، خدا اُس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یا رسول اللہ
زمین پر آگے خورشیدِ محشر میں تو اُن کو کیا
ہے جن پر سایہ دامن تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا بحرِ رحمت اس قدر کیوں جوش میں آیا
کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ
خدا کا نام لے لے کر جو بس آیا، وہ لکھ لایا
مجھے کب نعت لکھنے کا ہے یارا یا رسول اللہ

احمد، محمد، مصطفیٰ، محبوب رب العالمین

مہاراجہ سرکشن پرشاد، شاد

سر دفتر کون و مکاں، شہنشاہِ دنیا و دیں
ہیں سنا لک رہا صفا، ہیں مالکِ ملک خدا
شمس الضحیٰ، بدر الدجی، خیر المورئ، نور الہدی
ختم الرسل، ہادی کل، ہیں باعثِ ہر جز و کل
مخلوق میں کیتا ہیں یہ کثرت میں بے ہمتا ہیں یہ
احمد، محمد، مصطفیٰ، محبوب رب العالمین
اُن کیلئے سب کچھ ہوا، خورشید، مہ چرخِ مبین
شانِ خدا، فضلِ الہ، شہنشاہِ کرسی نشین
سُلطانِ دین، شمسِ البقین، ہیں رحمۃ للعالمین
کیا جانے کوئی کیا ہیں یہ، اُن کا کوئی ہمسر نہیں

سُلطان بنا سُلطان نوں کا مختار بنا مختاروں کا

مہاراجہ سرکشن پرشاد، شاد

کنِ عرب سے لعل نکل کر سرتاج بنا سرداروں کا
 نام محمد اپنا رکھا سُلطان بنا سرداروں کا
 باندھ کے سر پر سبز عمامہ، کاندھے رکھ کر کالی کملی
 ساری خدائی اپنی کر لی، مختار بنا مختاروں کا
 رُوپ ہے تیرا رتی رتی، نور ہے تیرا پتی پتی
 مہر و مہ کو تجھ سے رونق، نور بنا سیاروں کا
 تیرے عرق میں گل کی بو، قامت تیرا سرو بُو
 بس گئیں گلیاں طبیہ کی، بھاگ گھلا گلزاروں کا
 امی گو سب کہتے تھے، علم لدنی کا تھا علم
 راز بھرا تھا سینے میں قرآن کے تیسوں پاروں کا
 بوکر و عمر عثمان و حیدر، تھے چار عناصر ملت کے
 کثرتِ وحدت میں ہے جیسے حال وہ تھا ان چاروں کا
 کسبِ تجلی کرتے تھے، چاروں ایک ہی مہر نبوت کے
 بختِ رسا تھا برج شرف میں تیرے چاروں یاروں کا
 بادۂ عرفان دیتا ہے ساقی، وحدت کے میخانہ سے
 شادِ مقدر فضلِ خدا سے جاگا اب میٹواروں کا
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

سلام اُس پر کہ جس کے نور سے پُر نور ہے دُنیا

جگن ناتھ آزاد

سلام اُس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
 ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
 سلام اُس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
 رہا جو بے کسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا
 مددگار و معاون بے بسوں کا، زیردستوں کا
 ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
 سلام اُس پر کہ جس کے نور سے پُر نور ہے دُنیا
 سلام اُس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دُنیا
 سلام اُس پر جلائی شمعِ عرفان جس نے سینوں میں
 کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں
 سلام اُس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
 مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
 بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اخوت کی بنیاد ڈالی
 زمانے سے تمیز بندہ آقا مٹا ڈالی
 سلام اُس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
 رہی زیرِ قدم جس کے شکوہ و شانِ خاقانی
 سلام اُس پر جو آسودہ ہے زیرِ گنبد خضرا
 زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
 سلام اُس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر
 پیامِ دوست لے کر صادق الوعد و امین بن کر
 سلام اُس ذاتِ اقدس پر، حیاتِ جاودانی کا
 سلام آزاد کا آزاد کی رنگیں بیانی کا

رُخِ مصطفیٰ کا جمال اللہ اللہ

پنڈت بال مکند عرشِ ملسیانی

زبان کا وہ حُسنِ مقال اللہ اللہ
جمال اللہ اللہ، جلال اللہ اللہ
نبوت کا اوج کمال اللہ اللہ
عرب کے فلک کا ہلال اللہ اللہ
سرورِ مئے وجد و حال اللہ اللہ
یہ تنویرِ شمع خیال اللہ اللہ
عمل سے بھی افضل خیال اللہ اللہ
سوالی کا دستِ سوال اللہ اللہ

رُخِ مصطفیٰ کا جمال اللہ اللہ
نگاہوں کا سِکّہ دلوں پر مُسلّط
اُتر آئے خود عرش و کرسی سے جلوے
جہاں کے لیے مژدہ عیدِ عرفاں
جہاں ذکرِ احمد سے لبریز ہستی
جہالت کی ظلمت ہر ایک دل سے بھاگی
یہ نورِ ہدایت، یہ تفسیرِ وحدت
سزاوارِ فیضِ درِ مصطفیٰ ہے

نبوت کا یہ اہتمام اللہ اللہ
کلیم اللہ اللہ، کلام اللہ اللہ
یہ بادہ یہ مینا یہ جام اللہ اللہ
پیامی سراسر پیام اللہ اللہ
یہ تنظیمِ دین کا نظام اللہ اللہ

ہے جبرائیل در کا غلام اللہ اللہ
یہ شانِ فصاحت، یہ آیاتِ مصحف
لبِ مصطفیٰ پر یہ اسرارِ وحدت
نہ قول و عمل میں کوئی فرق مطلق
یہ ملت کی شیرازہ بندی کا آئین!

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

روزِ ازل خریدا تھا سودا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

لالہ مرلی دھر شاد دھلوی

جلوہ دکھا دے مجھ کو خدایا حضورؐ کا
 لکھنا ہے مجھ کو آج سراپا حضورؐ کا
 چمکے کا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک
 دل میں ہے میرے داغِ تمنا حضورؐ کا
 حسرت ہے یہ حضورؐ کے قدموں میں جان دُوں
 ارمان ہے کہ دیکھ لوں جلوہ حضورؐ کا
 سودائی ہم کو کہتے ہیں سارے زہے نصیب
 روزِ ازل خریدا تھا سودا حضورؐ کا
 دل شاد و فیض یاب زیارت سے وہ بھی شاد ہو
 ہے جان و دل سے شاد بھی شیدا حضورؐ کا

قیامت میں گنہگاروں کو تیرا آسرا ہوگا

لالہ مرلی دھر شاد دھلوی

جہنم کا نہ ڈر ہوگا نہ کچھ خوفِ سزا ہوگا
 قیامت میں گنہگاروں کو تیرا آسرا ہوگا
 تیرے دیدار کی خاطر دل مضطر تڑپتا ہے
 اگر دیدار ہو جائے گا، دردِ دل سوا ہوگا
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

سلام اے دل کے اندر بسنے والے

سردار کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

سلام اے معرفت کی مے کے ساقی سلام اے جلوۂ انوارِ باقی
 سلام اے دل کے اندر بسنے والے سلام اے سب حسینوں سے نرالے
 سلام اے درد پیدا کرنے والے سلام اے سب کو اپنے کرنے والے
 سلام اے مونس اپنے غمزدوں کے سلام اے مالک اچھوں اور بدوں کے
 سلام اے جنتِ طیبہ کے باشی
 سلام اے غزدرۂ صد جلوہ باشی
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

جہانِ خدا ہے جہانِ محمد

از برہم ناتھ دت قاصر

زہے عزت و قدر و شانِ محمد جہانِ خدا ہے جہانِ محمد
 محمد سے توحید کا راز پوچھو بیانِ خدا ہے بیانِ محمد
 بہارِ ازل بوستانِ ابد ہے کتابِ خدا، ارمغانِ محمد
 رواں تھا، رواں ہے، رواں ہی رہے گا قیامت تلک، کاروانِ محمد
 بہاراں بہاراں، لطافتِ لطافت
 خوشا گلشنِ بے خزاںِ محمد
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

ہمیں فردوس ہے کوئے محمد

شیر سنگھ شمیم فرخ آبادی

رواں ہو جانپ کوئے محمد دکھا دے اے خدا روئے محمد
میں عنبر بار کیسوئے محمد صبا لائی ہے خوشبوئے محمد
جنہیں ہو دیکھنا، نورِ الہی! وہ دیکھیں جلوۂ روئے محمد
حقیقت آشنا ہونے کے باعث ہمیں فردوس ہے کوئے محمد
شمیم! ایسا بشر بھی کوئی ہوگا نہ ہو جو شائق کوئے محمد

لگا دو پار کشتی کو ہماری یا رسول اللہ

منشی نند کشور گیتا

لگا دو پار کشتی کو ہماری یا رسول اللہ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یا رسول اللہ
ہے کالی رات اندھیاری، بھنور اٹھتی بھاری
تمہاری آس ہودت کاری ہماری یا رسول اللہ
کروں اب دھیان میں کس کا نہیں ہے آپ سا دو جا
شفاعت ہے بڑی بھاری تمہاری یا رسول اللہ
ہے جیسے نوح کا تارا، خلیل اللہ نستارا
لگا دو ہم کو بھی پارا ہے یاری یا رسول اللہ
دو دو جوڑ کر بنتی، تمہاری اب کر گیتا
میں جاؤں سے بلہاری تمہاری یا رسول اللہ
(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

اور رگ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسول

دھرم پال صاحب گیتا، وفا

چٹکیاں لیتی ہے دل میں ہر گھڑی یادِ رسول
 ہو گئی ہے اب تو میری زندگی یادِ رسول
 دفعتاً یہ دل مثالِ غنچہ گل کھل اٹھا
 جب وفورِ یاس و غم میں آگئی یادِ رسول
 بزمِ شعر و نغمہ تھی یا تختہ دار و رسن
 ہم کو ہر اک حال میں آتی رہی یادِ رسول
 کل بھی یہ چھائی ہوئی تھی جان و دل پر سر بسر
 اور رگ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسول
 کیا کہوں میں اب کسی سے مدعائے زندگی
 جب میری ہستی کا حاصل بن گئی یادِ رسول
 اس سے پہلے بزمِ ہستی کیا تھی، اک ظلمت کدہ
 دے گئی ہے شمعِ دل کو روشنی یادِ رسول
 پوچھتے پھرتے ہیں ہم دنیا سے اب اپنا پتا
 زندگی پر اس طرح کچھ چھا گئی یادِ رسول
 بارِ غم سے جب ہوا میں مائل فریادِ عرش
 میرے دل کو دے گئی تسکین سی یادِ رسول
 (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی

شکر لال ساقی سہارنپوری

تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی
نورِ محبوبِ خدا سے تھی منور چاندنی
عرش و کرسی پر کہاں تھا ماہ کا نام و نشان
روئے احمد چاند تھا، تھی اُس سے یکسر چاندنی
کیا کہوں جلوہ تھا کیا، صلِ علی صلِ علی
رہ گئی تھی دیکھ کر حیران و ششدر چاندنی

فلک پر دھوم تھی، شاہِ دو عالم آنے والا ہے
مدینے کی زمین سے عرشِ اعظم تک اُجالا ہے
مرا ہر لفظِ نعتِ احمد سے دُرِ یکتا ہے
لکھا جو دائرہ ہے، وہ مہِ کامل کا ہالا ہے
ہوئی کافور نورِ مصطفیٰ سے شرک کی ظلمت
ندامت کی سیاسی سے دلِ کفار کا لا ہے
صفاتِ ذاتِ احمد لکھ سکوں کیا میری طاقت ہے
خیالِ اہلِ دانش جب یہاں مکڑی کا جالا ہے

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

ہر تار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم

سادھورام آرزو سہارنپوری

ہے صبحِ ازل صورتِ خندانِ محمد اور شامِ ابد زلفِ پریشانِ محمد
ہر تار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم اللہ رے یہ وسعتِ دامنِ محمد
دنیا میں لیے بیٹھا ہوں اک جنتِ دنیا آنکھوں میں ہے تصویرِ گلستانِ محمد
ہے یہ بھی آرزو اک معجزہ احمد
ہندو ہوں، مگر ہوں میں ثناء خوانِ محمد

انسان کی تاریخ بہ عنوانِ محمد

مہر لال سونی ضیاء

اسلام کی تعلیم ہے فرمانِ محمد
توحید کا نشہ مئے عرفانِ محمد
ملتی ہے یہاں رُوح کو برنائی و تسکین
ہے سایہ حق، سایہ دامنِ محمد
ہر نقشِ قدم اُس کا نشانِ سرِ منزل
سب قافلے والے ہیں ثناء خوانِ محمد
گھٹتی گئی کوتاہی چشم و دلِ انسان
بڑھتی ہی گئی شوکتِ دینِ شانِ محمد
لکھی گئی دنیا میں ضیاء نورِ یقین سے
انسان کی تاریخ بہ عنوانِ محمد

ہو رُوح مری بلبلِ بُستانِ مدینہ تیج و نت رائے ساحرِ سنائی

اے باعثِ صدِ فخر جہاں شانِ مدینہ
اے نغمہ سرا بلبلِ بُستانِ مدینہ
اے موجبِ صدِ شانِ وطن، جانِ مدینہ
اے رنگِ وفا زینتِ ایوانِ مدینہ
کہتے ہیں تجھے اہل نظر جانِ مدینہ
کرتا تھا ہمیں بادۂ عرفان سے سرشار
تو نورِ صداقت کا تھا دُنیا میں علمدار
تو تھا نہ کسی سے، نہ کوئی تجھ سے تھا بیزار
ایمان کا رہبر تھا، تو اے پیکرِ انوار
کہتے ہیں تجھے شمعِ شبنانِ مدینہ

لب پر میرے اک یہ دُعا صبح و مسا ہے
میرے دلِ مضطر کی فقط اب یہ صدا ہے
اب کوئی دعا ہے، تو یہی میری دُعا ہے
ہو رُوح مری بلبلِ بُستانِ مدینہ
(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

نورِ خدا ہے نورِ رسولِ کریم کا

(پنڈت دلارام رتن پنڈوری)

آیا ہے لب پہ نامِ رسولِ کریم کا
 جلوہ تڑپ اٹھا ہے ریاضِ نعیم کا
 بحرِ عدن میں لاکھ ہوں لولوئے شاہوار
 کچھ رنگ روپ اور ہے دُرِّ یتیم کا
 اے اہل بزم! جانبِ بطحا چلا ہوں میں
 پیغام لے کے آیا ہے جھونکا نسیم کا
 وحدت کو نازیوں نہ ہو احمد کی ذات پر
 سمجھایا جس نے رازِ الف- لام- میم کا
 شافع اگر حضور رسالت مآب ہوں
 پھر کیوں نہ فیضِ عام ہو ربِّ کریم کا
 شاہد نہ ہو سکا، کبھی مشہود سے الگ
 نورِ خدا ہے نورِ رسولِ کریم کا
 کیوں کر بیاں ہو مدحتِ خیر البشر رتن
 ہے تنگ قافیہ میری طبعِ سلیم کا

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

مسلم ہی نہیں بستہ دامانِ محمد ستیش چند طالبِ دہلوی

حلقہ ہے مہ نو کا گریبانِ محمد
ہے مطلعِ انوار کہ دامانِ محمد
کیا خواب ہے ارشاد یہ اربابِ نظر کا
فرمانِ مشیت بھی ہے فرمانِ محمد
کیا درسِ مساوات دیا نوعِ بشر کو
اُترے گا نہ سر سے کبھی احسانِ محمد
کیوں ایسی اسیری پہ نہ صدقے ہو رہائی
آزادِ دو عالم ہیں غلامانِ محمد
معراج کو تب کون تھا مہمانِ خدا کا
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ محمد
یہ ذاتِ مقدس تو ہر انسان کی ہے محبوب
مسلم ہی نہیں بستہ دامانِ محمد
طالبِ اُسے انسان بھی کہنا نہیں زیبا
جو مردِ مسلمان نہیں شایانِ محمد

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

سلامی دیتی ہیں پلکیں، نگاہیں جھوم جاتی ہیں

از اودھے ناتھ نشتر لکھنوی

بنائے گن فکاں، نورِ خدا کی بات کرتے ہیں
 ادب کے ساتھ ختم الانبیاء کی بات کرتے ہیں
 سلامی دیتی ہیں پلکیں، نگاہیں جھوم جاتی ہیں
 خوشی میں جب حبیبِ کبریا کی بات کرتے ہیں
 غرض تسنیم و کوثر سے، نہ ہم کو کامِ جنت سے
 کہ ہم دل سے محمد مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں
 مٹائیں ظلمتیں جس نے، دکھائی راہِ حق جس نے
 ہم اُس نورِ خدا، اُس رہنما کی بات کرتے ہیں
 نہ کیوں حُسنِ سخن پر ہوں ہمارے رحمتیں صدقے
 زبانِ کوثر سے دھو کر مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں
 سلام اُس ذاتِ عالی پر، درود اُس نورِ اقدس پر
 پڑھو صلیٰ علیٰ، ہم مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں
 وہ جس کے نور سے روشن ہیں یہ شام و سحر نشتر
 اُسی شمسِ اضحیٰ، بدر الدجی کی بات کرتے ہیں

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)